1979
جنوری

ماہنامہ

حیاتِ نو

تثلیث کے فرزند، دشمنانِ اسلام مستشرقین ہم سے کافی ہوشیار تھے۔ انہوں نے انقلاب و ارتقاء کی راہ سے ہم پر حملہ کیا، تہذیب و تمدن کی ضروریات کے پردے میں اسلامی فقہ کو یکسر تبدیل کرنا چاہا اور ہم بھی خوب سیدھے سادھے نکلے ہمارے ہاتھ فوراً ہمارے کان پر پہنچ گئے کہ کہیں واقعی غائب تو نہیں ہو گئے ہم نے فوراً فقہ کی چھان بین شروع کی اور "جمود و ثبات اور تعطل" کو ختم کرنے کی ٹھان لی نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اٹھے تھے جمود و تعطل کو ختم کرنے اور پورے فقہ اسلامی کو ہم نے ردّی کی ٹوکری، یہودی کی کارستانی، ور پتہ نہیں کیا کچھ کہہ دیا نعوذ باللہ من شرور انفسنا ہم نے اسلام کا تھوڑا سا حصہ کھو دیا تھا اس بحرِ بے پایاں کی چند سیپیاں بھی حاصل نہ کر سکے تھے کہ ہم نے دعویٰ کیا یہ تو موتیوں سے خالی ہے یہاں صرف سنگریزے اور ٹھیکرے ہیں اسلام جدید تمدن کا ساتھ نہیں دے سکتا اور اسے دوبارہ غالب و نافذ نہیں کیا جا سکتا اور ہم نے تمام مسلمانوں کو ان چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کی اتباع کی "تلقین" کی اور پھر گوشۂ عافیت میں جا بیٹھے اس کے حنفیہ و نفاذ کا خیال بھی ذہنوں سے جاتا رہا (اندر مضمون "رشید الدین خاں کے افکار پر ایک بے لاگ تبصرہ" ملاحظہ فرمایئے)

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڈھ (یوپی)

میرا پیام اور ہے!

استاذ محترم مولانا عنایت اللہ سبحانی کی سات درد انگیز تقریروں کا مجموعہ

"آج عید کے دن میں آپ کو ہنستا ہوا نہیں روتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں آج خوشی کے قہقہے نہیں درد و کرب کی چیخیں سننی چاہتا ہوں۔ آج آپ اس مجلس سے جتنے ہی زیادہ غمگین اور رنجیدہ ہو کر اٹھیں گے مجھے اتنی ہی زیادہ خوشی ہوگی۔ میں ہر عید کے موقعہ پر آپ کے سامنے حسرتوں کے دستر خوان چنتا رہتا ہوں۔ آج بھی چن رہا ہوں اور زندگی رہی تو آئندہ بھی چنتا رہوں گا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر چمن میں بہار آئی ہوئی ہے تو آپ کو اس سے کیا مطلب، اگر خود آپ کے اپنے نشیمن میں آگ لگی ہوئی ہے؟ اگر پڑوس میں شادی ہے تو اس شادی سے آپ کو کیا خوشی، اگر آپ کے اپنے گھر میں آپ کے جوان سال بیٹے کی لاش رکھی ہوئی ہے؟ اگر پورے عالم میں چاندنی چھٹکی ہوئی ہے تو اس چاندنی سے مجھے کیا دلچسپی، اگر خود میری اپنی جھونپڑی میں تاریکی ہے۔" (استاذ محترم کی ایک تقریر سے)

استاذ محترم کی سات روح پرور درد انگیز تقریروں کو ادارہ دار البیان پہلی مرتبہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ ان تقریروں کے بارے میں خود استاذ محترم نے لکھا ہے کہ "یہ چند آنسو ہیں جو میری آنکھوں سے بہے ہیں۔ یا آہیں ہیں جو دل زار سے نکلی ہیں"۔ ان تقریروں کو پڑھ کر آپ کی آنکھیں روئے بغیر نہ رہ سکیں گی

ناشر

دار البیان ایس آئی ایم جامعۃ الفلاح یونٹ بلریا گنج اعظم گڈھ

ماہنامہ

حیاتِ نو

جلد: ۳ شمارہ: ۱۳

صفر مطابق جنوری ۱۹۷۹ء

مجلسِ ادارت

انصار احمد فلاحی (مدیر مسئول) اعظم گڑھ

حمد اللہ فراہی فلاحی (علی گڑھ)

عبد الحی فلاحی (جامعہ ملیہ)

جاوید اشرف فلاحی (جامعۃ الفلاح)

عبید اللہ فہد (جامعۃ الفلاح)

قیمت فی شمارہ: ایک روپیہ ۱/-

سالانہ نذرانہ: دس روپیہ ۱۰/-

آئینہ ترتیب

		صفحہ
۱- اپنی باتیں	ادارہ	۳
۲- درس قرآن	انصار احمد فلاحی	۵
۳- مصر میں اشتراکی فتنے	الاہرام کے نامہ نگار سے ملاقات	۸
۴- جامعۃ الفلاح	منصف مبارکپوری	۱۱
۵- وحید الدین خاں کے افکار پر ایک بے لاگ تبصرہ	الاخوان المسلمون کا آرگن "الدعوۃ" قاہرہ	۱۳
۶- شاہ ولی اللہ دہلوی	مولانا مسعود عالم ندوی	۲۳
۷- اسلام اور غیر مسلم پرسنل لا	اطہر ریحان فلاحی	۲۴
۸- عالم اسلام کی خبریں	طارق جمیل فلاحی: محمد یعقوب فلاحی	۳۰

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڈھ

اپنی باتیں

ہم تہی گوشوں میں احباب درد دل کہہ دے
کہ التفات دل دوستاں بہت ہے

محترم قارئین! یہ شمارہ آپ کی خدمت میں جا رہا ہے اور حیات نو کی اشاعت کا دوسرا سال شروع ہو رہا ہے اس دوران "حیات نو" نے ترقی کے کتنے مراحل طے کئے؟ کامیابی کے کتنے منازل اس کے قدم بوس ہوئے؟ یا کن کن مشکلات و دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا؟؟ آج ہمیں اس کا جائزہ لینا ہے اور اس کی روشنی میں آئندہ کے لئے کوئی بہتر لائحہ عمل تیار کرنا ہے۔

۱۲/۱۳ نومبر ۱۹۶۶ء کے ایام جامعۃ الفلاح کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں انہیں تاریخوں میں مخدومنا المحترم مولانا ابو اللیث صاحب اصلاحی ندوی سابق امیر جماعت اسلامی ہند کی سرپرستی میں انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کی تاسیس عمل میں آئی۔ خطبہ استقبالیہ میں برادر محترم مولانا ظفر احمد الاثری فلاحی نے انجمن کی غرض وغایت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا تھا کہ:۔

"ہمارے پیش نظر نا صرف جامعہ کی تنظیم قائم کر کے دنیا کی اور انجمنوں کی طرح سال میں ایک مرتبہ جلسہ کر لینا یا کچھ تجویزیں پاس کر لینا نہیں ہو گا بلکہ ہماری یہ تنظیم سال بہ سال کچھ بہتر طریقے سے کام کو آگے بڑھائے گی— اچانک کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جائے گا جو ہماری تنظیم کیلئے نقصان دہ ہو، کام بتدریج انجام پائے گا۔ ہر سال کیلئے خاکے تیار کئے جائیں گے اسکے مطابق تنظیم کے ذمہ دار حضرات اپنے فرائض انجام دیں گے تنظیم انکے حالات کا جائزہ لے گی ان سے اپنا رابطہ قائم رکھے گی۔ ان کی مشکلات کو دور کرنے کیلئے عملی تدبیریں سوچے گی۔ ان کی صلاحیتوں کو صحیح رخ پر لگانے کیلئے ہر ممکن ذرائع استعمال کریگی۔ انہیں وہ مواقع فراہم کریگی جن کی بدولت اسلام کی خدمت زیادہ سے زیادہ ہو سکے اور دعوت کا کام بطرز احسن انجام پا سکے۔ ایسے وسائل مہیا کرنے کیلئے کوشش کی جائیگی کہ ان سے ان کے نیک عزائم اور بلند ارادوں کی تکمیل ہو سکے۔ عصر حاضر کے تقاضوں سے پوری

طرح باخبر کر سکے انہیں دین کا صحیح خادم بنایا جا سکے۔
انہیں دعوتِ اسلامی کا خاکہ دیا جائے گا کہ وہ
اپنے مقام پر رہتے ہوئے اسلام کی تبلیغ و اشاعت
کر سکیں۔ نوجوان فارغین کے اندر بھرپور دینی فکری
ذہنیت بیدار رکھنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ
وہ اسلام کے تمام چیلنجوں کا بھرپور مقابلہ کر سکیں!
(حیاتِ نو جنوری [illegible])

انہیں تاریخوں میں سابق طلبہ و مستفیدین سے ایک ماہنامہ
آرگن نکالنے کی تجویز بھی پاس ہوئی تاکہ فلاحی برادری میں
رابطہ و ارتباط کا ذریعہ ثابت ہو سکے۔ اس کی صدا جنوری میں نکھار
آسکے اور جامعہ کے شعبہ در شعبہ سے واقفیت حاصل ہو سکے
اور بتوفیق خداوندی جنوری ۸۶ء کا شمارہ منظرِ عام پر
آگیا جسے لوگوں نے بہت سراہا۔ پھر مسلسل ہینڈ پریس
سے شائع ہوتا رہا۔ پھر ۱۳ اور ۱۵ ستمبر ۱۹۸۶ء کو شوریٰ
کی نشست میں یہ تجویز پاس ہوئی کہ اب آرگن باقاعدہ زیورِ
طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آیا کرے گا۔ اور پانچ
افراد پر مشتمل ایک ادارتی بورڈ بھی بنا دیا گیا۔ اس کی توسیع
و اشاعت کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری رہے۔

محترم قارئین! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس عرصہ
میں بھی نے قابلِ لحاظ ترقی کی ہے۔ اب تک حیاتِ نو کے
بیس شمارے زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر
آ چکے ہیں۔ اور یہ چوتھا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اگر اسی
طرح اس کی اشاعت کا سلسلہ برقرار رہا تو ہمیں قوی امید
ہے کہ فلاحی برادری [illegible] کی دبی ہوئی صلاحیتیں اور تخلیقی
و تحریری صلاحیتیں نکھر سکیں گی دین کی کوئی بھی خدمت
کرنے کے قابل ہو سکیں گے اور وہ مقاصد پورے
ہو سکیں گے جو اس کی اسکیم کے وقت پیشِ نظر تھے [illegible]

اللہ العزیز ط

لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ پچھلے چند
مہینے حیاتِ نو کے لئے بہت زیادہ سخت رہے، مسلسل اور
صبر آزما رہے ہیں۔ اور موجودہ حالات میں اس کی زندگی
و بقا فی الحقیقت حق تعالیٰ کی عنایت اور اس کی بخشی ہوئی
عزیمت و استقامت کی رہینِ منت ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا
کہ اس سلسلے کی پیش آمدہ مصائب کی داستان سنا کر
اپنے احباب کو بھی شریکِ غم کروں۔ مگر اب حالات نے مجبور
کر دیا ہے اور مستقبل ماضی و حال دونوں سے زیادہ تیرہ و تار
نظر آ رہا ہے اس لئے اب اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں
کہ اس ضعیف و نحیف مریض کے نازک حالات سے آپ
حضرات کو بھی مطلع کر دوں اور چارہ سازی کی دعوت دوں
کہ اس کی شفا آپ ہی لوگوں کے ہاتھوں میں رکھی گئی ہے۔

اس وقت تک حیاتِ نو [illegible] سو روپیہ کا مقروض
ہو چکا ہے اور جنوری کا یہ شمارہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے
اس کے مصارف قرض میں مزید اضافہ کریں گے اور یہی
حالت رہی تو ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب آپ کا حیاتِ
نو زندگی سے محروم ہو چکا ہوگا۔

لیکن باوجود ان زہرہ گداز حالات کے بحمد اللہ
ہمارا فیصلہ یہی ہے کہ "حیاتِ نو" حالات کی ناسازگاری
اور ناسازگاری کے باوصف جاری رکھا جائے گا۔ تاکہ
وہ مقصد حاصل ہو سکے جو حیاتِ نو کے اجراء کے وقت پیشِ
نظر تھا، تا آنکہ ہم بالکل ہی مجبور ہو جائیں ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

محترم بھائیو! مجھے آپ سے یہ پوچھنے کا حق ہے کہ
انجمن کے اجراء کے وقت جو عہد آپ نے کیا تھا، وہ

کہاں گیا؟ آپ نے جس جوش و خروش اور نو مسلمانہ عزیمت کا اظہار کیا تھا وہ کس نہاں خانے میں چھپ گیا؟ تحریک سے وابستگی اور جامعہ کی خدمت کی جو عظیم ذمہ داری آپ نے قبول کی تھی کیا اسکی ادائیگی میں آپ سرگرم ہیں؟؟

مجھے کہنے دیجئے کہ آپ کو انجمن سے کوئی دلچسپی نہیں کوئی لگاؤ نہیں، ورنہ آپ اس کی بقا و ارتقا کے لئے دوڑ دھوپ کرتے، تگ و دو کرتے سرگرم عمل ہوتے!! خود بھی پوری توجہ دیتے اور دوسروں کی توجہ بھی اس کی جانب مبذول کراتے! احباب و متعلقین کو اس کی اعانت پر آمادہ کرتے! حیات نو کی توسیع و اشاعت میں بھرپور حصہ لیتے!!

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی!

میں فلاحی برادری کے ہر کارکن سے یہ توقع کرنے میں حق بجانب ہوں کہ وہ حیات نو کی باقاعدہ ایجنسی قائم کریں آغاز پانچ پرچوں سے ہو۔ پانچ پرچوں کا فروخت کرنا کوئی مشکل کام نہیں، بس ذرا جذبہ، لگن، ہمت اور جذبۂ صادق کی ضرورت ہے۔ اگر آپ سبھی حضرات پوری توجہ دیں اور اس کی توسیع میں دن بھر کے چوبیس گھنٹوں میں صرف چند منٹ صرف کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو صرف جامعۃ الفلاح کا نام لیتے ہی اس کی توسیع کے لئے کافی ہوگا۔ جامعہ کے ہمدردان و بہی خواہان جامعہ کے حالات سے واقف رہنا چاہتے ہیں، فارغین جامعہ کی صلاحیتوں اور تبدیلیوں کا امتحان لینا چاہتے ہیں نیز دعوت دین کے سلسلے میں ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھنا چاہتے ہیں اور ان مقاصد کے حصول کے لئے یہ آرگن بہت

مناسب اور موزوں ہے۔ آپ اس کی توسیع و اشاعت میں حصہ لے کر مادر علمی جامعۃ الفلاح کی بھی خدمت کر سکتے ہیں اور دعوت دین کی ذمہ داری سے بھی کسی حد تک عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ آپ تمام حضرات پہلی فرصت میں یکمشت فیس 25/55 ارسال فرمائیں اور نئے خریدار بنانے کی از حد کوشش کریں۔

خاص طور سے ارباب خیر حضرات سے ہماری پُرخلوص درخواست ہے کہ وہ ہماری دعوت پر لبیک کہیں اور اپنے ہر ممکن مالی تعاون سے نوازیں کہ خداوند کریم کی عطا کی ہوئی دولت کا یہ بہترین استعمال ہے۔

تصنیف و تالیف سے ذوق رکھنے والوں سے ہماری گذارش یہ ہے کہ وہ اپنے پُرمغز تحقیقی مقالے اور بہترین پاکیزہ غزلیں اور نظمیں ارسال فرمائیں یہ ان کی طرف سے تعاون کی بہترین شکل ہے۔

آخر میں ایک بات اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہر دوست اور مخلص ساتھی نے بجائے خود یہ سمجھ لیا کہ تنہا میرے کرنے نہ کرنے سے کیا اثر ہوگا تو ظاہر ہے کہ حیات نو کو کچھ بھی مدد نہ پہونچ سکے گی۔ لہٰذا ہمارے ہر ساتھی اور ہمدرد کو یہی سمجھنا چاہئے کہ میری ہی کوششوں سے حیات نو کو نئی زندگی نصیب ہوگی۔

اگر احباب نے میری اس اپیل پر توجہ کی تو امید ہے کہ حیات نو کے راستے کی مشکلات بہت کچھ حل ہو جائیں گی۔

مایوس نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

خداوندا! میری عرضداشت میں تاثیر پیدا کر اور اپنے نیک بندوں کو حسن عمل کی توفیق!! آمین یا رب العالمین!

درسِ قرآن

دعوئی ارتقاء کے شرائط

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

(سورہ فتح آیت ۲۹)

ترجمہ :- اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، اور ان کے اہل ایمان ساتھی یہ لوگ دین کے دشمنوں کے لئے سخت ہیں اور اپنے ہم عقیدہ بھائیوں کیلئے رحم دل ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا خدا کے آگے جھکتے ہوئے اور اس کے آگے گرتے ہوئے۔ یہ لوگ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے متلاشی رہتے ہیں۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدہ کے نتیجے میں۔ یہ ان کی صفات بیان ہوتی ہیں تورات میں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یوں بیان ہوئی ہے کہ جیسے کھیتی ہوتی ہے جو اپنا انکھوا نکالتی ہے۔ پھر یہ کھیتی اس انکھوا کو طاقتور بناتی ہے پھر وہ موٹا ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنے تنے پر کھڑا ہو جاتا ہے جو کسانوں کو خوش کرتی ہے۔ یہ جماعتی ترقی اسلئے ہوتی ہے تاکہ دین کے دشمنوں کو کڑھن اور جلن میں مبتلا کرے۔ بیشک اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں۔ وعدہ کر لیا ہے مغفرت اور اجر عظیم کا۔

تشریح :- یہ اسلامی گروہ جس کی قیادت اللہ کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ اس کی پہلی

صفت ان آیتوں میں بیان ہوئی ہے یہ لوگ دین کے دشمنوں کے لئے سخت ہیں کیونکہ دین ان کا محبوب ہے تو پھر دین سے دشمنانہ رویہ رکھنے والے ان کے محبوب کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان کے لئے لینت اور نرمی کی کیا گنجائش ہے نیز یہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں یعنی کفار ان کے اندر لچک نہیں پا سکتے۔ دوسری بات یہ کہ یہ جتنے زیادہ کفار کے لئے سخت ہیں اتنے ہی زیادہ اپنے ہم عقیدہ بھائیوں کے لئے نرم ہیں، رحمدل ہیں، غمخوار ہیں غمگسار ہیں۔ تیسری صفت یہ بیان ہوئی کہ یہ لوگ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے فضل کے طلبگار رہتے ہیں۔ ان کی تمام سعی و جہد کا محور خدا کی خوشنودی ہوتی ہے۔ یہ اپنی نمازوں میں نہایت خشوع کرتے ہیں اور اس کا اثر ان کے چہروں سے نمایاں ہوتا ہے۔ تو جو لوگ ان صفات کے حامل ہوں گے انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ اس دنیا میں اپنے وعدے کے مطابق ضرور بار آور کرے گا جس کو نہایت بلیغ اسلوب اور تمثیلی پیرائے میں کسان کی مثال دے کر بیان کی گئی ہے جس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

کسان زمین تیار کرتا ہے۔ پھر نہایت عمدہ بیج ڈالتا ہے۔ اس کی ٹھیک وقت پر سینچائی کرتا ہے تو ابتدا میں کمزور سے انکھوے نکلتے ہیں۔ پھر زمین کی عمدگی اور بیج کی بہتری کی وجہ سے اور خارجی سینچائی کی وجہ سے یہ انکھوے بڑھتے ہیں۔ پھر وہ موٹے ہوتے ہیں اور اپنے تنے پر کھڑے ہو جاتے ہیں جسے کسان اپنی محنت کا نتیجہ سمجھتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ یہی مثال دعوت اسلامی تحریک کی ہے یہ

لوگ تورات کی بیان کردہ صفات کے حامل تھے اس لئے اللہ نے اس گروہ جماعت کو طاقتور بنایا۔ یہاں تک کہ انہیں کے ہاتھوں دین غالب ہوا اور جاہلیت کا چراغ بجھ گیا۔ جتنی ہی زیادہ ترقی کرتے گئے اتنی ہی زیادہ دین کے دشمن گرتے گئے اور ذلت میں مبتلا ہوتے گئے۔ یہ صفت لما بیان کی گئی دنیا میں دین کے غالب ہونے کی۔ اور آخری جملہ میں آخرت کی کامیابی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یعنی یہ لوگ دنیا میں بھی کامیاب ہوں گے اور آخرت میں بھی کامیاب ہوں گے۔

یہ آیت ان تمام لوگوں کو جو دعوت حق کا کام کرنے اٹھیں ہیں یا اٹھیں گے بتاتی ہے کہ ان کے کاموں میں برکت کس وجہ سے ہوگی وہ کیا خوبیاں ہیں جو ان کے دعوتی کام میں برکت عطا کرتی ہے اور کس طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ ضروری ہے کہ دعوت حق کا کام کرنے والے دین کے لئے غیرت مند ہوں۔ دنیا پرکار کر محبت بن جاتے۔ ان کی نمازیں ٹھیک ہوں۔ اور اپنے ہر کام میں خدا کی خوشنودی کے حصول کو پیش نظر رکھیں تاکہ حساب کے دن مالک ان کے کام سے خوش ہو جائے اور جہنم کی آگ سے بچا لے۔ رحمت اور مغفرت کے گھر میں پناہ دے جو ایسی ہے جہاں سے کبھی بھی وہ باہر نہیں نکالے جائیں گے۔

یہ سورہ فتح کے آخری آیت کی تشریح ہے اس کے بعد سورہ حجرات آتی ہے جو اسی آیت کے رحماء بینہم کے منفی پہلو کی توضیح کرتی ہے یعنی حجرات میں بتایا گیا ہے کہ وہ کیا چیزیں ہیں جو ایک دوسرے کے تعلقات کو بگاڑ دینے والی ہیں۔ اور خدا کی نصرت و تمکین سے دنیا و آخرت دونوں میں محروم کر دینے والی ہیں۔ اختصار کے

ہم انھیں ذیل میں دے رہے ہیں:۔

۱۔ رسول سے محبت اور غیر مشروط اطاعت اور ان کی تعظیم۔ اگر یہ بات نہ ہو تو معاشرہ کبھی بھی اللہ کی نصرت و رحمت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اگر کوئی فاسق بات کہے تو تحقیق کر لیا کرو۔ بلا تحقیق مان لینے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تعلقات خراب ہوں گے۔ ایک دوسرے سے بدگمانی ہوگی اور پھر کاٹ پیچ کا سلسلہ چلے گا۔

۳۔ اگر مسلمانوں کے دو گروہ یا دو اشخاص الجھ جائیں تو عدل و انصاف کے ساتھ بغیر کسی کی طرفداری اور بے جا حمایت کے صلح کرادو کیونکہ وہ تمہارے بھائی ہیں۔ انھیں عداوت کی آگ میں جلنے نہ دو اگر یہ آگ نہ بجھائی تو پھر پورا معاشرہ آگ کی لپیٹ میں آجائے گا۔

۴۔ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑاؤ۔ نہ مرد مردوں کا مذاق اڑائیں نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں۔ کیونکہ اس سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے اور معاشرہ میں فساد رونما ہوتا ہے۔

۵۔ آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو، کسی پر چوٹ نہ کرو اس لئے کہ اس سے آپس کے تعلقات خراب اور بدمزگی میں اضافہ ہوگا۔ دشمنی اور عداوت بڑھے گی اور معاشرہ سے امن و سکون ختم ہو جائیگا۔

۶۔ کسی بھی شخص کو برے القاب سے نہ پکارو۔ ایسے نام سے نہ موسوم کرو جس کو وہ ناپسند کرتا ہے یا جس سے اس کی تحقیر و تنقیص ہوتی ہو کیونکہ اس سے باہمی رنجش اور عداوت پیدا ہوگی۔

۷۔ آپس میں ایک دوسرے سے بدگمانی سے بچو۔ کسی بھی شخص کے بارے میں بلا سبب بدگمانی کرنا یا ہمیشہ دوسروں کے متعلق رائے قائم کرنے میں بدگمانی سے کام لینا نہایت ہی خراب بات ہے۔ اگر کسی بھی شخص کے قول و فعل میں برائی اور بھلائی کے یکساں پہلو ہوں تو ہمیشہ ہی حسن ظن سے کام لینا چاہئے۔

۸۔ ایک دوسرے کے عیوب کی تلاش نہ کرو۔ کسی بھی شخص کے معاملے میں کھوج کرید سے کام نہ لو۔ کسی کی کمزوریوں کو معلوم کرنا۔ لوگوں کے راز کا پتہ لگانا۔ کسی کی ٹوہ میں لگنا یہ سب بہت بڑی بد اخلاقی کے کام ہیں جس سے طرح طرح کے فساد رونما ہوتے ہیں اور پھر بغض و عداوت کا نہ ختم ہونے والا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

۹۔ اپنے کسی بھائی کی غیبت نہ کرو۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کا تذکرہ اس انداز سے نہ کرو کہ اسے معلوم ہو تو اسے تکلیف ہو۔ کیا تم میں کا کوئی شخص اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ آخر کیسے پسند کرتے ہو کہ تمہارا بھائی جو اپنی مدافعت کے لئے وہاں موجود نہیں ہے اس کی عزت پر حملہ کرو اور جہاں بے چارے کو یہ تک پتہ نہیں کہ اس کی عزت پر حملہ کیا جا رہا ہے۔

۱۰۔ آخری ہدایت یہ کہ نسل و نسب کی بنیاد پر کسی کو حقیر نہ سمجھو۔ انسان اور انسان کے درمیان یہ فضیلت اور برتری کی بنیاد اگر ہو سکتی ہے تو وہ صرف تقویٰ اور خدا ترسی ہے۔ پیدائشی حیثیت سے تو سارے عام انسان یکساں ہیں۔

تعلیمات نبوی اور سیرت کی اشاعت میں

بڑھ چڑھ کر حصہ لیجئے

از غلام رسول فلاحی نیپال

مصر میں اشتراکی فتنے

الاہرام کے نامہ نگار سے ملاقات

عبدالحمید اسلامبولی مشہور اسلامی مصنف ہیں ۔ روزنامہ 'الاہرام' قاہرہ کے خارجی امور کے ذمہ دار نامہ نگار ہیں۔ آپ کا الاہرام میں مطبوعہ قسط وار مقالہ 'المزمار الملکلیة فی محراب السوفیت' 'مصری بانسری کا گیت ۔ سوویت محراب میں' کافی مشہور ہو چکا ہے ۔ اس مقالے نے عالم عرب میں دھوم مچا دی ہے ۔ اس مقالے میں کمیونسٹوں کے ناپاک عزائم اور بیہودہ سازشیں بے نقاب کی گئی ہیں۔ مصر میں کمیونسٹوں کی قوت و اقتدار کے زمانے میں آپ کئی بار اسی جرم میں جیل بھی جا چکے ہیں۔ مصنف موصوف نے اس سال حج کا قصد کیا تو سعودی عرب کے روزنامہ 'المدینہ' نے آپ سے ایک طویل انٹرویو لیا جس کے کچھ اہم حصے اردو میں یہاں پیش خدمت ہیں۔ ادارہ

کمیونسٹوں سے سرد جنگ

س : آپ کے مقالے 'مصری بانسری کا گیت ۔ سوویت محراب میں' کی عالم اسلام میں خوب پذیرائی ہوئی لوگوں نے شوق اور دلچسپی سے اس کا مطالعہ کیا۔ کیا آپ ہمیں بتا سکتے ہیں کہ کمیونسٹوں سے سرد جنگ لڑنے کا خیال آپ کے ذہن میں کیوں آیا؟ حالانکہ اس کی وجہ سے آپ کئی بار زنداں کے حوالے بھی کئے جا چکے ہیں ۔

ج : محترم! آپ مجھے مصر کے بارے میں اس کا جواب دینے سے معذور سمجھیں ۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہم واقف تھے کہ دنیا کمیونزم کے بارے میں بہت سخت اور بے رحم پالیسی سے اچھی طرح واقف ہے کیونکہ کمیونزم اول تو کفر و الحاد کا دوسرا نام ہے پھر بیہودہ سوسائٹی جو اشتراکیت کا گہوارہ بن چکی ہے ۔ اشتراکیت کے برے نتائج

جھلک رہی ہے وہ تنہا ہے۔ وہ تمدن میں دنیا کی موجودہ قوموں سے پیچھے پڑ گئی ہے۔ اشتراکیت نے اسے جامد تعطل اور زنگ آلود بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ وہاں مستحق انقلاب کا اب کوئی گزر نہیں کیونکہ اس سے پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کا پردہ فاش ہو جاتا ہے۔ وہاں نوکر شاہی کی حکومت ہے جو اصل میں پورے ملک کی پیداوار اور عشرت و تنعم کے سامانوں کی واحد مالک ہے۔ اشتراکیت سے میری جنگ کے سلسلے میں بس اتنا سمجھ لیجئے کہ میری یہ جنگ ۱۹۴۵ء سے شروع ہو چکی تھی پھر قید و بند، دار و رسن، تعذیب و تعزیر کے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا ۱۹۷۱ء میں صدر انور السادات کے ہاتھوں رہا ہوا۔

مصری بانسری کا گیت — سوویت محراب میں

س: کیا آپ ہمیں بتانا پسند کریں گے کہ آپ کے مقالہ "مصری بانسری کا گیت — سوویت محراب میں" کی باقی قسطیں "اہرام" میں کیوں رک گئیں؟ کیا اس میں کوئی سیاسی دباؤ شامل تھا؟!

ج: واقعہ یہ ہے کہ میرا یہ مقالہ کمیونزم کے خلاف اعلانِ جنگ تھا۔ میں نے اس میں بہت سے اہم راز فاش کئے تھے۔ میں نے بتایا تھا کہ اہرام کے سابق ایڈیٹر محمد حسنین ہیکل نے اشتراکیت کی کاسہ لیسی میں کافی اہم رول ادا کیا تھا۔ ناصر کی حکومت میں جب کہ روس کی تمام چیزیں کو من و عن قبول کر لیا گیا تھا حسنین ہیکل نے صحافت کے میدان میں اشتراکیت کی جیسی ساقی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ لیکن اب خدا کے فضل سے حالات بدل چکے ہیں۔ اب امت نے ان بیہودہ مصنفین سے قطع تعلق شروع کر دیا ہے جو روس کی چاکری کرتے رہے تھے۔ اب باطل کی بدلیاں چھٹ رہی ہیں حق کا آفتاب ضیا بار نمودار ہو رہا ہے۔ درمیان میں میرے مقالے کی باقی قسطیں اس لئے رک گئیں کہ میری صحت نے اس کی اجازت نہ دی کہ میں تحریر و تقریر کا کام کر سکوں۔ جیل میں تعذیب و ایذا رسانی کی وجہ سے میں اپنی آنکھوں کی بصارت سے محروم ہو گیا۔ اس سال کے آغاز میں میں نے اسپین کا سفر کیا اور اپنی آنکھوں کا آپریشن کرایا خدا کے فضل سے اب آنکھوں کی بینائی واپس آ گئی ہے۔ مقالہ کی طباعت اس لئے رک گئی کہ میں مسلسل ۸ ماہ زیر علاج رہا صحت کی بازیابی کے بعد جب اطباء نے مجھے تحریر و تقریر کی اجازت دی تو سب سے پہلے میں نے فریضۂ حج ادا کرنے کی ٹھان لی۔ اور زیارت کعبہ کی نیت سے وطن عزیز سے نکل کھڑا ہوا اور اب یہاں سے واپسی کے بعد ان شاءاللہ پھر اسلام اور وطن کی خدمت میں لگ جاؤں گا اور مصر کو غیر اسلامی قوتوں کے چنگل سے رہا کرانے کی کوشش کروں گا۔ صدر انور السادات بھی اشتراکیت کی لعنت کی مخالفت میں پیش پیش ہیں۔ وہ اسے پوری انسانیت کیلئے مہلک تصور کرتے ہیں۔

اشتراکیت لیبیا کیلئے خطرہ ہے

س: جب آپ نے کمیونزم کے چنگل میں پھنسے ہوئے ملک کا دورہ کیا، مسلمانوں کی مظلومیت اور حریت فکر کی زبان دبی دبی سی تھی، تحریکوں کو گھٹتے اور پامال ہوتے دیکھا تو اشتراکیت کے بارے میں آپ نے کیا تاثرات قائم کئے؟

ج: میں سب سے پہلے تنظیم الاستقلال و محمد صلاح جو ہم تنظیم المدینہ کے صدر مسئولین کا شکریہ ادا کروں گا!

اور انہیں اپنی بہترین تمنائیں، نیک جذبات اور پاکیزہ دعائیں دیتا ہوں۔ موصوف نے کمیونزم کے خلاف جو قیمتی تحریریں رقم کیں اس کے بارے میں اپنی سخت اور متشدد پالیسی کا مظاہرہ کیا اور کمیونزم [سے] جنگ کرنے کے لئے بین الاقوامی تنظیموں کی صدارت کے جو گراں بہا قابل رشک فرائض انجام دیئے ہیں۔ ان سب کی قدر کرتا ہوں اور صمیم قلب سے ہمت افزائی کرتا ہوں۔ موصوف نے کمیونزم سے جنگ کرنے میں جو اہم کردار ادا کیا ہے وہ لائق اتباع ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم سب مصنفین، صحافی اور انشاء پرداز ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں اور کمیونزم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا عزم کر لیں جب کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اشتراکیت پوری انسانیت کو تباہی کے گڑھے میں گرا دینا چاہتی ہے اسے ایمانی و اخلاقی اقدار سے، آسمانی و مذہبی عقائد سے محروم کر دینا چاہتی ہے۔ تخریب، توڑ پھوڑ اور ہنگامہ و غوغا اور قتل و خون کے ذریعے انقلاب برپا کرنا چاہتی ہے۔ باطل عقائد، غلط شعار اور فاسد افکار عوام کے ذہنوں میں بٹھانا چاہتی ہے اور ان ساری سرگرمیوں کا مقصد فرد اور سوسائٹی میں تصادم پیدا کرنا ہے تاکہ ایک ہی خاندان، ایک ہی قوم اور ایک ہی ملک کے باشندگان آپس میں الجھ پڑیں۔ طبقہ واری کشمکش کا آغاز ہو اور پرولتاری طبقہ کو سبز باغ دکھا کر اپنا اُلو سیدھا کریں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے افکار سب سے زیادہ صحیح اور لائق اتباع ہیں ہم ہی دنیا کے قائد و لیڈر ہیں، اس سرزمین کی حکومت ہمارے ہی لئے ہے۔ اور چند لوگوں پر اس باغی و ظالم گروہ کو اقتدار کی کنجیاں بھی ہاتھ آگئی ہیں۔ چنانچہ کارل مارکس، لینن، اسٹالن اور دوسرے اشتراکیوں کے ہاتھ یہ افکار خوب پھیلے، ذہنوں کو خوب ورغلایا گیا امیر و غریب میں خوب تصادم ہوا۔ اقتدار کے لئے رسہ کشی اور ہاتھا پائی شروع ہو گئی۔ لاکھوں اور کروڑوں افراد کی زندگیاں سرخ دیوتا کی بھینٹ چڑھا دی گئیں اور آج تک تخریب و ترہیب اور قتل و خون کے ڈرامے جاری ہیں۔ آج بھی اشتراکیت کے ہاتھوں میں خون آدم کی مہندی لگائی جا رہی ہے۔

نشری ذرائع — اشتراکیت کا سب سے کارگر ہتھیار

س: وہ کون سا سب سے خطرناک ہتھیار ہے جسے اشتراکیت تیسری دنیا میں نفوذ کے لئے استعمال کر رہی ہے؟

ج: تیسری دنیا میں اشتراکیت کے نفوذ کے دو راستے ہیں۔ ایک تو بعض ملکوں میں استعمار کا وجود دوسرے ان ممالک کی علمی و معاشی اور سیاسی پسماندگی۔ اشتراکیت نے اس سلسلے میں خاص طور سے نشر و اشاعت کے ذرائع استعمال کئے۔ اشتراکی پالیسیوں کو صحافت کی مدد سے خوشنما اور حسین بنا کر پیش کیا، فکر و نظر کے زاویے اور عقل و خرد کے پیمانے بدل دیئے۔ ہمارا یہ دعویٰ اقوام متحدہ کے اعداد و شمار سے پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ نشر و اشاعت کے میدان میں روس نے عالمی چیمپئن شپ حاصل کر کے مثالی شاندار ریکارڈ قائم کیا ہے۔ فی دن اوسطاً ۳۰ ، ۴۰ لاکھ کتابیں روسی پریس سے شائع ہوتی ہیں۔ روسی پریس فی منٹ ڈھائی ہزار نسخے شائع کرتے ہیں۔ اس اعداد و شمار

سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نشری ذرائع کا استعمال روس میں کتنا زیادہ ہے۔

س: سیکڑوں فدایانِ اسلام جو آج شمعِ حرم کے پروانے بن کر یہاں جمع ہوتے ہیں جب وہ اس مقدس فریضہ سے ادائیگی کے بعد اپنے گھروں کو واپس جائیں تو ان کا کیا "طریقۂ کار" ہو؟ آپ اس سلسلے میں انہیں کیسا نصیحتیں کرتے ہیں؟؟

ج: اب جبکہ ہم اس مقدس کام سے فارغ ہو جائیں اور اپنے وطن واپس ہوں تو اشتراکیت کو سب سے بڑا خطرہ سمجھ لینے کے بعد ہمارے لئے ضروری ہے کہ اسلامی ممالک کے ذمہ داروں کو اس بات پہ آمادہ کریں کہ معاشی منصوبے ہمارے بہتر طور پر چلیں در آمد ہوں ملک سے غربت اور معاشی پسماندگی کو دور کیا جائے اور ارتقاء و تطور کی جانب مثبت اقدامات کئے جائیں۔ خوشحالی اور فارغ البالی کو فروغ دیا جائے لیکن دینی و اخلاقی میراث کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ خدا پرستی اور خدمت انسانیت کو خوب خوب فروغ دیا جائے۔ اجتماعی رائے عامہ کو بیدار اور اسلامی عقائد و افکار سے سرشار کر دیا جائے تاکہ کفر و الحاد کے لئے کوئی وجہ جواز باقی نہ رہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی عقائد ہی کسی صالح معاشرے کی تشکیل کیلئے مناسب و موزوں ہو سکتے ہیں۔ یہی نظریہ انسان کو حقیقی آزادی کا چارٹر دیتا ہے۔ تہذیب و تمدن کی ترقی کی ضمانت دیتا ہے۔ انسانی سوسائٹی میں وحدت، محبت و اخوت اور ہمدردی کے جذبات پروان چڑھاتا ہے۔ اس طرح کے صالح اور پاکیزہ معاشرے میں ہی ممکن ہے کہ ہم ایثار و قربانی، عمل پیہم، محنت مسلسل اور محنت و جدوجہد کے لئے فضا ہموار کریں اور پسماندہ انسانیت کو ارتقاء و تطور اور حرکت و انقلاب سے آشنا کریں۔

اسی طرح سے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم مدارس اسلامی اداروں، عبادت گاہوں، وسائل نشر و اشاعت اور پریس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں ایمان اور اسلام کی تخم ریزی کریں۔ انہیں اسلامی جذبات اور مومنانہ بصیرت و ثبیت کے ذریعہ ترقی یافتہ بنائیں تاکہ فاسد عقائد اور باطل نظریات کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے اور اشتراکیت کو پھیلنے پھولنے کا موقع نہ مل سکے۔

جامعۃ الفلاح

چراغے ہست سرِ راہ، در شبِ دیجور
کہ راہ دیدہ رود ہر کہ راہ گیر بود

در آں فتیلہ سوزد ز علم و دین حنیف
کہ اشتباہ نباشد چوں شیر و شیر بود

طریقے ہست بمنزل برائے آنکہ رود
اگر تو می روی عزم جواں بجاں داری

بدون عزم رسیدن بمنزل مقصود
گراں است اگر نیز تو با خویش راہ واں داری

حکیم نکتہ رسے ہست و ناصح و استاد
بہ سنجِ تربیت آگاہ کند در پئے تعلیم

بقدر ذوق طلب مرد ماں برند نصیب
اگر تو تشنہ خواہی بجوشش بالتقسیم

(منصف مبارکپوری جامعۃ الفلاح)

ترجمانی: عبیداللہ فہد فلاحی

وحیدالدین خاں کے افکار پر ایک
بے لاگ تبصرہ

ہوسکتا ہے کہ ہمارے قارئین اس مقالہ کو پڑھ کر دانتوں تلے انگلی دبالیں کیونکہ ہم ایسے صاحب طرز انشا پرداز پر قلم اٹھا رہے ہیں جو عصر حاضر کے نامور مفکرین میں جو آسمان صحافت کے درخشندہ ستارے ہیں جنہوں نے "مذہب اور علم جدید کا چیلنج" لکھ کر بقول عامر عثمانی مرحوم پوری ملت کی طرف سے فرض کفایہ ہی نہیں بلکہ افرض الفرائض کی خدمت انجام دی ہے۔ لیکن ہمیں کامل اطمینان ہے کہ ہمارا مقصد وحیدالدین خاں کے بعض افکار و معتقدات کی تصحیح ہے "تاکہ ان کے خیالات صحیح اسلامی رخ اختیار کرسکیں۔ امید ہے کہ مصنف موصوف اس جہت سے اپنے افکار پر نظر ثانی کریں گے یہ مضمون اخوان المسلمین کے ہفت روزہ آرگن "الدعوہ" میں شائع ہوا تھا جسے یوسف کمال صاحب نے ترتیب دیا تھا ہم اس کی ترجمانی و تلخیص شائع کر رہے ہیں تاکہ ایک موقر کثیر الاشاعت دینی و سیاسی اخبار کے خیالات سے ہمارے اردو داں حضرات بھی فائدہ اٹھا سکیں

(ع۔ ف۔ فلاحی)

عرض مدعا سے پہلے ضروری ہے کہ ہم ان کی مشہور ترین تصنیف "مذہب اور جدید چیلنج" کے بارے میں کچھ وضاحت کردیں۔ اس لیے کہ اس کتاب نے وسیع ترین عالمی گوشے نمایاں کیے ہیں۔ مصنف نے اس کتاب میں وجود ذات باری اور ایمان بالغیب پر بڑے علمی و تحقیقی انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ گرچہ اس انداز میں اس موضوع پر بہت سے مسیحی علماء دین کی ضرورت ثابت کرچکے ہیں مثال کے طور پر "اللہ یتجلی فی عصر العلم" (عصر جدید میں خدا کا ظہور) اور "الانسان ذالک المجہول" (MAN THE UNKNOWN) کے نام پیش کرسکتا ہوں۔ لیکن پھر بھی

ایک مسلم اس کتاب کو پڑھ کر اپنے ایمان و یقین میں اضافہ، خدا کو مان لینے اور اس کی اطاعت کرنے پر نفس کی کامل آمادگی اور نفسیاتی و عقلی اطمینان محسوس کرتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس موضوع پر مزید غور و فکر کی جائے اور پوری قوت و مہارت کے ساتھ خالص علمی و سائنسی انداز میں کام کیا جائے۔ ...

ابھی جلد ہی ان کا ایک نیا مجموعہ شائع ہوا ہے جسے مذہب اور مسلم جدید کا چیلنج میں شامل کر دیا ہے اس کا ایک باب "دین — سائنس کے مقابلے میں" ہے۔ اس مطالعہ میں مصنف نے مشرق یا مغرب سے اٹھنے والے مختلف رجحانات سے متاثر ہو کر اسلامی فکر کا ایک خاکہ پیش کیا ہے۔ اس میں ایک باب حکمت دین لکھا ہے جس میں مصنف نے عقلی استدلال کا طریقہ اختیار کیا ہے لیکن اس میں نصوص پر عقل کا غلبہ ہے۔ اس موضوع پر ان کی بہت سی تصنیفات اور رسائل منظر عام پر آ چکے ہیں۔

افکار مصنف کی بنیادیں

مصر میں مطبوعہ کتابوں میں وحید الدین خاں کے افکار مندرجہ ذیل اصولوں پر مبنی ہیں:۔

۱۔ مسلمانوں میں کفر دوبارہ سرایت کر گیا ہے جس طرح کہ ہر نبی کی بعثت کے وقت منحرف و گمراہ مسلمانوں میں سرایت کر جاتا تھا۔

۲۔ یہ کفر نیا نہیں ہے اس کا ظہور فقہ کے جمود کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس نے مسلمانوں کو اسلام سے دور کر دیا ہے۔

۳۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم پھر دعوت کے ذریعہ میں وہی طریقہ اپنائیں جو مکہ میں اپنایا گیا تھا۔ یعنی جنت، آخرت اور دنیا بیزاری کے ذریعہ لوگوں کی تربیت نہ کہ جہاد و قتال کے ذریعہ۔

۴۔ شریعت کے نفاذ کی دعوت جہالت ہے۔ کیوں کہ بغیر نصاب کے زکوٰۃ واجب نہیں اور بغیر حکومت کے شریعت کے نفاذ کے ہم مکلف نہیں۔ چنانچہ سیاست میں حصہ لینا جرم ہے بلکہ ذکر و فکر صحیح کا ہی بس رہنمائی مقصود و مطلوب ہے۔

۵۔ فقہ تمام تر یہود کی کارستانی ہے جو سیدھے اسلام سے نکل کر خصوصی اور ضمنی جزئیات کے گرد گھوم رہی ہے۔

۶۔ صحیح راستہ براہ راست قرآن سے معاملہ کرنا ہے نہ کہ کسی اسلامی مفکر سے۔

۷۔ صوفیانہ الہام ہی مرد مومن کی آخری منزل ہے۔

۸۔ اور دور جدید کا فلسفہ دین و سائنس میں موافقت، اشتراکیت کی اہمیت، سیاست سے دست کشی، جہاد سے ہاتھ کھینچ لینے اور حکومتوں کے سامنے سپر اندازی کی دعوت دینا۔

مشتے نمونہ از خروارے

دور جدید کے مسلمانوں کے بارے میں مصنف لکھتے ہیں:۔

"کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خود مسلمان اسلام سے کوسوں دور ہیں پھر ان کے لئے کیسے جائز ہے کہ وہ

۱۔ میں قادیانی کے نام سے عرض کر دیا تھا اور اس کو رد کر دیا ہے اگر کوئی سائنسی انداز مطالعہ کرنا چاہیں تو استاذ محترم مولانا شہاب الدین ندوی صاحب کی جدید ترین کتاب "سائنس اور تخلیق آدم" کا مطالعہ ضرور کریں۔ کاش کوئی خدا کا بندہ اس کو انگریزی و عربی میں منتقل کرکے اجر دارین حاصل کرے۔

دوسروں کو اسلام کی دعوت دیں" حالانکہ اس قسم کے اعتراضات کا دین و شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نبی جو مشرکین کے درمیان اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مبعوث کئے گئے وہ نہ بیشتر ایں، عام طور سے اپنے زمانہ کے فاسد العقیدہ مسلمانوں ہی کے اندر بھیجے گئے تھے۔ فاسد مسلمانوں کے ساتھ تسامح و رواداری اور تحمل کا کام کرنے کا یہی طرز عمل لطیفہ نہیں موجودہ زمانہ میں اختیار کرنا چاہئے جس طرح کہ ہم نبی کریم کے اعمال و افعال حسنہ کو اسوہ مانتے ہیں۔

مثال کے طور پر موسیٰ کو دیکھئے۔ آپ امت محمدیہ کے ظہور سے پہلے مصر میں بنی اسرائیل میں مبعوث کئے گئے۔ اور بنی اسرائیل سب کے سب موجودہ دور کے مسلمانوں کی طرح مسلمان تھے۔" (مسئولیات الدعوۃ ص ۱۴)

فقہ کے میدان میں

مصنف اسلاف کو فقہ اپنانے کی وجہ سے ایک نئے دین میں داخل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"قرآن ایک اساسی کتاب ہے جس میں دنیا کے تمام بنیادی مسائل بتائے گئے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ ان اساسات کی بنیاد پر اس کی مزید تبیین کرکے اس کو لوگوں کے لئے مزید قابل فہم بنا دیا جائے۔ اس تبیین کا واضح نمونہ سنت رسول اللہ میں موجود تھا مگر بعد کے دور میں قرآن کی تبیین و تفسیر و سنت کے سادہ طریقے کے بجائے فنی طریقہ اختیار کیا گیا [illegible] کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیدھے سادھے دین [illegible] ایک پیچیدہ قسم کا متوازی دین وجود میں آیا جس کا [illegible] متکلمانہ موشگافیاں اور [illegible] اسلاف [illegible] سے پیدا ہوا تھا۔" (الرسالہ ستمبر ۱۹۸۸ ص ۱۵)

یہیں سے مصنف براہ راست قرآن سے معاملہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں:

"جو قرآن صحابہ و تابعین نے پڑھا تھا، وہی قرآن بعد کے لوگوں نے بھی پڑھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جس قرآن نے اپنے اولین مخاطبین کے اندر دعوت اسلام کی آگ لگا دی تھی وہی قرآن بعد کے لوگوں کو دعوت کے عنوان پر متحرک کرنے کا باعث نہ بن سکا۔" (حوالہ بالا ص ۱۵)

"آج پیغمبر آخر الزماں کی امت خود انہیں "اضافوں" کے نیچے دب چکی ہے۔ ان کے فقہاء و مشائخ نے اسلام میں وہ سارے اضافے کر ڈالے ہیں جو یہودی فقیہوں اور فریسیوں نے شریعت موسوی میں کئے تھے۔ آج اسلام کی تجدید کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اسلام کو ان تمام اضافوں سے پاک کر دیا جائے۔ جب تک یہ کام نہ ہو اسلام کو زندہ کرنے کی طرف کوئی اگلا قدم نہیں اٹھایا جا سکتا۔" (حوالہ بالا ص ۱۹)

"آج کسی کو فقہ کے مسائل جاننا ہوں تو اس کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ وہ اس مقصد کے لئے قرآن کا مطالعہ کرے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ فقہ کے مسائل تو فقہ کی کتابوں ہی میں ملیں گے۔" (حوالہ بالا ص ۱۶)

"قرآن کو خالی الذہن ہو کر دیکھئے تو بلا اشتباہ نظر آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں انسان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اس بات کو جانے کہ مرنے کے بعد آنے اپنے رب کے سامنے حساب کتاب کے لئے کھڑا ہونا ہے۔ اس آنے والے دن سے تمام انسانوں کو باخبر کرنا ہی امت محمدی کا اصل مشن ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس دور میں اٹھنے والی تحریکوں میں سے کوئی بھی قابل ذکر تحریک ایسی نہیں جو اس خاص مقصد کو لیکر اٹھی ہے۔" (حوالہ بالا ص ۱۸)

"قرآن کو ذکر یعنی نصیحت (یٰس ۶۹) کہا گیا ہے۔ قرآن میں غور و فکر (ص ۲۹) اور علمی اضافہ (زمر ۳۹) وہی مطلوب ہے جس سے ذکر اور نصیحت حاصل ہو۔ مزید یہ کہ علوم قرآن کی تفصیل و تبیین کس طرح کی جائے اس کا بھی واضح نمونہ سنت رسول میں موجود تھا کیوں کہ آپ اس کے لئے خدا کی طرف سے مامور تھے (نحل ۴۴) اور آپ نے اس کو انتہائی مکمل شکل میں انجام دیا۔ یہ تمام چیزیں ثابت کرتی ہیں کہ علوم اسلامی کی تدوین کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس میں فنی اضافہ کیا جائے یا اللہ اور رسول نے جو احکام دیئے ہیں ان میں مزید استخراج کر کے نئے نئے مسائل وضع کئے جائیں۔" (حوالہ بالا صفحہ ۱۸)

نفاذِ شریعت کے بارے میں مصنف کا نظریہ

مندرجہ بالا فہم و عقیدے کی روشنی میں مصنف کا نظریۂ شریعت بھی سمجھ میں آسکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"دین کے جو احکام ہیں وہ شکل کے اعتبار سے تو سب کے سب یکساں ہیں مگر ان احکام سے ہم کو جو نسبت ہے وہ یکساں نہیں۔ قرآن کا ایک حکم ہے "نماز قائم کرو" دوسرا حکم ہے "زکوٰۃ ادا کرو" دونوں حکم بظاہر یکساں ہیں اور دونوں امر کے صیغہ میں ہیں مگر ہمارے ساتھ ان احکام کی جو نسبت ہے وہ دونوں میں یکساں نہیں۔ نماز کا حکم ایک مطلق حکم ہے جو ہر ہر مومن سے لازماً مطلوب ہے جب کہ زکوٰۃ کا حکم صاحب نصاب ہونے کی شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ جو شخص بقدر نصاب اموال زکوٰۃ کا مالک ہو تو یہ حکم اسی طرح قطعی حیثیت رکھتا ہے جس طرح نماز کا حکم۔ جو شخص اموال زکوٰۃ کا مالک نہ ہو اس سے نہ ادائگی زکوٰۃ کا مطالبہ ہے اور نہ اس حکم کی حد تک یہ مطالبہ کہ وہ کوشش کر کے بقدر نصاب اموال زکوٰۃ کا مالک بنے تاکہ زکوٰۃ کے حکم کی تعمیل کر سکے۔ جو فریضہ بروقت عائد ہو رہا ہے اس کے لئے سرگرم ہونا مطلوب ہو سکتا ہے نہ کہ جو فریضہ بروقت عائد نہیں ہے اس کو وجود میں لانے کے لئے سرگرمی دکھائی جائے۔"

(الاسلام صفحہ ۲۸-۲۹)

مصنف موصوف مزید لکھتے ہیں:

"دین کو "مکمل نظام حیات" قرار دینے کی غلطی صرف اس وجہ سے سرزد ہوئی کہ لوگوں نے شریعت اور حاملین شریعت کے درمیان جو مختلف نسبتیں ہیں ان کو نظر انداز کر دیا اور سارے احکام کو یکساں حیثیت دے دی۔ یہی وجہ ہے کہ دین کو مکمل نظام حیات کہہ کر نفاذ اسلام اور الٰہی حکومت کے قیام کو واجب سمجھ لیا گیا۔ اور یہ بات نگاہوں سے اوجھل ہو گئی کہ دین کے کچھ اجزا تو ہر حال میں مطلوب ہیں۔ اور کچھ حالات کی سازگاری کے محتاج ہیں۔ ہم پر کسی بھی حکم پر عمل کرنے کی ذمہ داری اس کی نوعیت کے لحاظ سے ڈالی گئی ہے جب معاملہ کسی ایسے حکم کا ہو جس کی اطاعت بہرحال لازمی اور ضروری ہے تو اس کو اپنا ضروری ہوگا اور ہمارا اسلام و ایمان اس حکم پر عمل کئے بغیر کامل نہ کہلائے گا لیکن اگر وہ حکم خاص احوال و ظروف کے ساتھ مختص ہو تو ہم ہرحال میں اس پر عمل کرنے کے مکلف نہیں ۔ ہم پر یہ ذمہ داری ہرگز نہیں ڈالی گئی ہے کہ ہم ان حالات کو وجود میں لائیں جن میں احکام پر عمل کرنا ممکن ہو سکے۔"

(حکمۃ الدین صفحہ ۳۶)

عبادت کا لفظ اگرچہ ایک لحاظ سے ساری شریعت پر حاوی ہے کیونکہ بندہ اپنے معبود کو راضی

کرنے اور اس کے حکم پر پابند ہونے کے لئے جو کچھ کرتا ہے، ان سب کا محرک جذبہ عبودیت ہی ہوتا ہے مگر عبادت اصلاً اور اولاً اس مخصوص عمل کا نام ہے جو بندہ اور خدا کے درمیان ہوتا ہے۔ بندے اور بندے کے درمیان کا عمل عبادت کا تقاضہ ہے جبکہ خدا اور بندے کے درمیان کا عمل براہ راست عبادت ہے۔ بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو وہ براہ راست خدا کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے۔ وہ عین اس کے آگے اس طرح جھکا ہوا ہوتا ہے کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی تیسرا وجود حائل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اخلاقیات و معاملات میں جب وہ احکام الٰہی کی تعمیل کرتا ہے تو وہ دوسروں کے اوپر اپنی عابدانہ حیثیت کے تقاضے پورے کر رہا ہوتا ہے۔"

(الاسلام ص ۱۳۳)

"اس اعتبار سے ہم دیکھیں تو غلبۂ اسلام کو اپنا نصب العین قرار دینے سے دین کا حقیقی مطلوب متعین کرنا ممکن نہیں۔ یہ نصب العین اپنی سچائی و راستی کے باوجود دنیوی انجام کی اہمیت کے باوجود اس بنیادی نصب العین سے میل نہیں کھاتا جس کے لئے یہ الٰہی دین نازل ہوا ہے۔ اس لئے کہ یہ خارج سے دین کی حقیقت کو متعین کرتے ہیں جبکہ دین کی حقیقت باطنی اور اندرونی امور سے تعلق رکھتی ہے۔" (ص ۵۵)

فاضل مصنف یہاں تک لکھتے ہیں کہ:-

"شریعت کے اجتماعی احکام کا مخاطب با اختیار معاشرہ ہے نہ کہ متفرق اور منفرد اہل ایمان۔ بنی اسرائیل کی تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک وہ قبطی اقتدار کے تحت مصر میں تھے، انہیں توریت کے قانونی احکام مصر میں نہیں دیئے گئے۔ البتہ مصر سے نکل کر وہ صحرائے سینا میں پہنچے اور انہیں آزاد اور با اختیار گروہ کی حیثیت حاصل ہو گئی تو خدا تعالیٰ کی طرف سے قوانین تشریع دیئے گئے۔

(خروج ۱۵ : ۲۵)

ٹھیک یہی صورت عرب میں اختیار کی گئی۔ مکی دور میں جبکہ اہل ایمان بے اختیار اقلیت کی حیثیت رکھتے تھے شریعت کا وہ اصولی حصہ اترا جس کو قائم کرنے کے لئے اقتدار کی ضرورت نہیں۔ ہر مسلمان اپنے ذاتی فیصلہ سے اس کو اپنی زندگی میں اختیار کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بقیہ شریعت حالات کی نسبت سے بھیجی جاتی رہی اور تکمیل دین، یعنی اسلام کے اصولی احکام کی عملی تفصیلات مدینہ میں اس وقت نازل کی گئیں جبکہ اہل ایمان کو زمین پر اقتدار حاصل ہو گیا۔

احکام نازل ہونے کی یہ ترتیب بتا رہی ہے کہ عام حالات میں اہل ایمان پر دین کا صرف اتنا ہی حصہ مشروع و مفروض ہوتا ہے جتنا دور اقتدار سے قبل اترا ہے۔ اس کے علاوہ بقیہ احکام کی تعمیل ان پر اس وقت فرض ہوتی ہے جب انہیں اقتدار اور حکومت کے مواقع حاصل ہو جائیں جو اس طرح کے احکام کے نفاذ کے لئے ضروری ہے۔"

(الاسلام ص ۴۵)

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ کہتے ہیں:-

"عام حالات میں جو چیز مطلوب ہے وہ صرف یہ کہ اہل ایمان عبادت و اطاعت کی روش اختیار کریں پھر انذار و تبشیر سے کام لیں اور گمراہ بندوں کو راہ حق کی طرف موڑنے کی کوشش کریں۔ ضروری ہے کہ ہر مناسب موقع سے فائدہ اٹھا کر یہ کام انجام دیتے رہیں حتیٰ کہ کوئی ایسی سرزمین انہیں میسر آجائے جہاں سے ہم مجاہدہ کر سکیں اور اس پر نظام خداوندی قائم کر سکیں۔"

"یہی وجہ ہے کہ قرآن نے تحریک اسلامی کا نصب العین خلافت وحکومت نہیں بنایا بلکہ مسلمانوں سے وعدہ کیا کہ انہیں انعام کے طور پر عطا کرے گا" (ص ۵۷)

اگر ہم دینی احکام کی نوعیتوں کے مابین نسبت کو سمجھ لیں تو ہم بآسانی یہ جان سکتے ہیں کہ آغاز وحی میں تمام انبیاء پر پہلی نوعیت کے احکام کی کیا وجہ ہے اور کیا راز ہے کہ تمام انبیاء ابتدائی مراحل میں انہیں چیزوں کی تعلیم پر اکتفا کرتے رہے۔ بنیادی مقصود پہلی نوعیت کے احکام کی تعمیل ہے۔ رہے دوسرے دین کے فروعی احکام تو وہ احوال وظروف کے ساتھ مشروط ہیں مطلقاً مطلوب نہیں ہیں" (ص ۶۹)

آگے فاضل مصنف فرماتے ہیں:

حکیمانہ حکمت کا تقاضہ کسی وقت یہ ہو سکتا ہے کہ غیر مسلموں کے سامنے اسلام کو "ایک بہتر دنیوی نظام حیات" کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔ مگر یہ یقینی بات ہے کہ یہ بات صرف حکیمانہ ضرورت کی حد تک صحیح ہے۔ اگر اس کو دعوت اسلامی کا اصل اور حقیقی انداز قرار دیا جائے تو وہ اپنی صداقت کھو دے گی۔" (الاسلام ص ۳۷)

آپ کا نظریہ جہاد

آپ کا نظریہ جہاد نظریہ شریعت سے ذرا بھی مختلف نہیں ہے فرماتے ہیں:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام میں جہاد کو افضل العبادات کہا گیا ہے۔ لیکن جہاد سے صرف قتال مراد لینا دین سے جہاد کو ختم کر دینے کے ہم معنی ہے حقیقت یہ ہے کہ امت محمدیہ کا جہاد دعوت ہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ شہادت حق کی خاطر قوت صرف کرنا جہاد ہے" (مسئولیات الدعوۃ ص ۳) اور یہ کہ اس کام میں داعی لگا رہے یہاں تک کہ اس کی پوری عمر ختم ہو جائے" (ص ۲۰)

فاضل مصنف مسلم تحریکوں پر سیاست رجحان بانی کا الزام لگاتے ہیں۔ کہتے ہیں:

"دور جدید کی تمام سیاسی تحریکوں سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے جہاد کا مطلب قتال اور سیاسی چیخ و پکار سمجھا۔ نتیجۃً میدان جہاد دعوت کے بجائے سیاسی سرگرمیوں کا اکھاڑا بن گیا اور جذبہ ایمان کی تشنگی بجھانے کے صرف دو راستے رہ گئے۔

۱۔ تلوار کو استعمال کیا جائے اگر حالات اجازت دیں

۲۔ خطابت وتقریر اور خوش بیانی۔ مصر، الجزائر اور ہندوستان اس رجحان کی نمایاں مثالیں ہیں۔ (ص ۹)

وحید الدین خان مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہیں:

حاملین توحید مسلمانوں کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ محض دنیوی مفاد کی خاطر دوسری اقوام سے ٹکراؤ اور کشمکش سے اجتناب کریں اور ان کا صحیح موقف صبر اور اپنی تعمیری کوششوں پر اعتماد ہے۔ انہیں دوسروں کے خلاف احتجاج اور مطالبہ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے فراہم کردہ اوقات ومواقع سے زیادہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

ہمیں تمام قوموں کو دعوت اسلامی کا نشانہ بنانا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ دوسری اقوام سے سیاسی ومعاشی محاذ آرائی کریں۔ ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دوسری قوموں کو دعوت حق کی طرف متوجہ کریں تاکہ وہ اخروی فلاح سے ہمکنار ہو سکیں۔

ہمارے لئے یقیناً یہ جائز نہیں ہے کہ ہم دنیوی مسائل کے لئے دوسری اقوام کو تکفیر کر کے رسالت حق سے نفور کا سبب بنیں۔" (صفحہ ۳۲)

"ضرورت ہے کہ اسلام کو ہر قسم کی سیاسی و دنیاوی کشمکش سے دور رکھا جائے اور اسے اخروی فلاح کے حصول کا ذریعہ سمجھا جائے نہ کہ دنیوی مفاد کے حصول کا۔ اور وہ تمام اسلامی تحریکیں جو دوسری بنیاد و دنیا پر کھڑی ہوئی ہیں وہ دشمنوں کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر رہ جائیں گی۔"

(صفحہ ۳۵)

اور مصنف آگے چل کر رقم کرتے ہیں کہ "آخری دونوں صدیوں میں مذہب اور افکار جدیدہ میں جو تصادم رونما ہوا اس کے دو بڑے اسباب تھے پہلا یہ کہ دین و مذہب کے ٹھیکیداروں نے جدید تغیرات سے آنکھیں موند لیں اور ہر نئی چیز کو بدعت و ضلالت سمجھ کر اس کے پیچھے پڑ گئے۔ دوسرا سبب یہ کہ جدید مفکرین نے بھی ایک بڑی غلطی کی انہوں نے یہ سمجھا کہ مذہب وہی ہے جسے یورپ میں دین جامد کے ٹھیکیدار پیش کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کی مخالفت سے ایک قدم اور آگے بڑھا کر خدا اور مذہب کا قلادہ بھی اپنی گردنوں سے اتار پھینکا۔

لیکن وہ کون سی عبارت ہے جس کی دعوت فاضل مصنف دینا چاہتے ہیں۔

"عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ مذہب اور اشتراکیت ایک دوسرے کی ضد ہیں حالانکہ یہ تاریخ اشتراکیت اور اس کی مشہور تاریخ کے ساتھ ایک شدید قسم کی غلط فہمی ہے۔ ہم خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اشتراکیت کی اصل حقیقت رائج ہونے والی مارکسیت اور اس کی تاریخ سے بالکل جداگانہ ہے۔ مذہب اور اشتراکیت کی یہ کشمکش دراصل اشتراکیت اور مغربی مسیحیت کے درمیان تصادم کی پیداوار ہے اور دوسرے ادیان نے بھی اس کشمکش کو وراثتاً چھوڑا ہے حالانکہ انہیں اس کی حقیقت کی ہوا بھی نہیں لگی ہے" (صفحہ ۸)

"اشتراکیت فی نفسہ بری اور مضر نہیں اگر اس کا مقصد معاشی اصلاح اور مزدوروں، غریبوں اور پسماندہ طبقات کی مظلومی دور کرنا ہو۔ لیکن جب یہ مارکسی افکار کا جامہ زیب تن کر لے تو ایک گمراہ کن نظریہ اور غلط فکر بن جاتی ہے" (صفحہ ۹)

تبصرہ

حضرۃ الاستاذ حسن الہضیبی نے اپنی کتاب "دعاۃ لا قضاۃ" میں اس طرح کی کج فہمیوں اور متکلمانہ مباحث کا بھرپور جواب دیا ہے۔ کفر و جاہلیت، کی وعیدی اور اسی طرح کے دوسرے پریشان کن حیرت ناک ذہنوں کو پریشان کر دینے والے اور کشمکش و اضطراب بپا کرنے والے فلسفے جن کا تذکرہ وحید خاں نے کیا ہے۔ اگر ہم ان کے بیان میں کچھ مبالغہ بھی کریں تو صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ:

مصنف نے تکلیف بالشرائع کے سلسلہ میں جو گفتگو کی ہے اور بغیر نقل اس سلسلہ میں جو تقلیبی تباہی کا اسلوب اپنایا ہے اور نصاب زکوٰۃ کی عدم موجودگی میں زکوٰۃ کی عدم فرضیت کی جو مثال دی ہے، تو خدا کی قسم اس قسم کی باتیں کہنے یا لکھنے کی جرأت صرف وہی کر سکتا ہے جس سے وحی جدید کی روشنی میں رسالت محمدیہ کو منسوخ کر دیا ہو تو کیا ہمارے مصنف دوست

یہ جانتے ہیں کہ رسالت کی مہر آنحضور پر لگ چکی ہے!
پھر تو فاضل مصنف کو مکی اور مدنی احکام کی پوری تفسیر کرنی چاہیے مثال کے طور پر انہیں بتانا چاہیے کہ ہم طلوع آفتاب سے رات کی تاریکیوں تک کی نمازوں کو اس صدی کے مکی دور میں کب پنجوقتہ فرض نماز میں تبدیل کریں؟ اور چونکہ نظام و شریعت کے ہم مکلف نہیں ہیں اس لئے "زنا میں کوئی حرمت نہیں رہی۔ شراب پینے میں کوئی حرج نہیں رہا اور چوری ڈکیتی کوئی برا کام نہیں اس لئے کہ یہ ساری چیزیں "مدنی دور" میں صاحب خلافت سوسائٹی میں حرام ہیں پھر تو فسق و فجور کا ارتکاب باعث سعادت ہے۔ فرائض طرب کے پھیلے ہیں۔ ذمہ داریاں بہت تھوڑی ہیں اور یہ مسلمانوں کی کمزوری و بزدلی کا خاصہ ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو کس بنیاد پر وہ مکی دور کی رٹ لگائے ہوتے ہیں اور کیسے حلت و حرمت ثابت کرتے ہیں ایسے دلائل سے جو دوسری مثالوں پر فٹ نہیں آتے۔ اور یہی "جدید فتنہ" کی سب سے بڑی خامی ہے۔

اور بڑے زور دار انداز میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کو خوشی و غم کی مجلسوں کی زینت بنا دیا ہے ریشمی جزدانوں میں لپیٹ کر حوالہ طاق کر دیا ہے تعویذوں گنڈوں اور اسی طرح کی فضول چیزوں میں اسے استعمال کرتے ہیں لیکن اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اور پھر آخر میں رغبت دلائی ہے کہ مسلمانوں کو قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہیے اسے سمجھ کر پڑھنے اور مسائل زندگی کے قفل کو اسی شاہ کلید سے کھولنے کی سعی کرنی چاہیے۔ یہاں تک تو گفتگو نہایت خیر اور افکار بہت بلند ہیں لیکن آگے کہ جبکہ وہ ترجمان القرآن کیلئے ہر خاص و عام کو بے

لگام چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ عالم و جاہل جاہ طلب پسند اور بزرگان ہوس کو کھلی چھٹی دے دیتے ہیں پھر ساتھ ہی وہ فتنہ کو یہودیت کی کارستانی بھی کہہ چکے ہیں۔ یا للعجب!!

تفسیر کی چاروں شکلیں

کاش! وحید الدین ترجمان القرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رض کا قول دیکھ لیتے۔ آپ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: تفسیر کی چار صورتیں ہیں۔ پہلی تفسیر وہ ہے جسے کلام عرب سے سمجھا جا سکتا ہے دوسری وہ ہے جس کی ناواقفیت کا کوئی مومن عذر کر سکتا۔ تیسری تفسیر صرف علماء کے لئے خاص ہے اور چوتھی شکل وہ ہے جسے خدا کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ نہیں سکتا۔" تفسیر ابن کثیر جلد ۱

یعنی تفسیر کی ایک شق تو یہ ہے کہ ہم اللہ کے حکم کے مطابق اسے خدا ہی کے حوالہ کر دیں یعنی متشابہ آیات دوسری شق علماء سے تعلق رکھتی ہے یعنی لغت، وہ احکام جن کے لئے سنت پہ گہری نظر ضروری ہے اور اجتہاد۔ بقیہ کی عدم واقفیت کا کوئی مومن عذر نہیں کر سکتا یعنی اللہ کی کتاب جسے ہم تلاوت کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح سے جیسے یہ کائنات اللہ کی کتاب ہے۔۔۔ یعنی ہم اللہ کی بے شمار آیتوں اور مظاہر قدرت (فطرت) پر غور کرتے ہیں۔ آسمانوں و زمین کی گلکاریاں، بہار، آندھیاں اور عطر بیز ہوا پر خدا کی قدرت کاملہ کا یقین کرتے ہیں اس سے ہمارے ایمان و یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہم علم توحید حاصل کرتے اور خدائی پیغام کو اختیار کر کے جنت کی توقع رکھتے ہیں اور نافرمانیوں سے دور رہ کر خدا

جہنم سے خوف کھاتے رہتے اور اس سے بچنے کی دعا کرتے رہتے ہیں اور یہ میدان تدبر، تفکر اور تربیت و اصلاح کے لئے بہت کشادہ ہے جو چاہے اس میدان میں جولانی دکھائے

لیکن کیا یہ درست ہے کہ ہم تفسیر کی کوئی اور شکل نکال لیں، اس وسیع میدان کو اور زیادہ کشادہ کر کے متشابہ آیات پر زبان درازی کے لئے اپنے نفس کو کھلی چھٹی دے دیں؟ اور الفاظ کی ایسی تاویلیں کریں جو لغت اور عربی ادب دے سہار سکے اور بغیر ہدایت و رہنمائی کے احکام صادر فرمائیں؟؟ ومن اظلم ممن افترىٰ على الله كذبا (اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پہ تہمت باندھے؟)

فقہ اسلامی ـــ اعتراضات کی بوچھار میں

فقہ اسلامی پر حملہ کرنا دشمنوں کا ایک دلچسپ مشغلہ ہے اور اس میدان میں بہت سے مستشرقین نے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اور آج بھی وہ برابر حملے کر رہے ہیں۔ سب سے خطرناک حملہ مشہور امریکی مستشرق کولسون نے کیا ہے وہ لکھتا ہے:

"بین الاقوامی قانونی تاریخ میں جمود و انقلاب میں اتنی زبردست کشمکش آج تک نہ ہو سکی جتنی اسلام میں ہوئی ہے۔ اسلامی مذاہب کی گراں قدر تصنیفات نے جمود و ثبات کی نمائندگی کی اور انقلابی قوتوں پر دس صدی ہجری سے بھی زیادہ غلبہ و اقتدار رہا۔ اس معرکہ کی تمام لغزشیں منتشر ہو گئیں۔ قانون تجارت، اصول جرم و سزا سب منہدم ہوگئے خاص طور سے خاندانی نظام اسلامی مصنفین کی دفاعی مورچوں کے طفیل بالکل ہی جامد رہا یہ انقلابیت فلسفہ قانون اسلامی کی حقیقی تبدیلی کا مظہر ہے۔ ترکی نے ۱۹۲۶ء میں جب شریعت اسلامی کو اکھاڑ کر پھینک دیا اور اس کے بدلے سوئٹزرلینڈ کا قانون نافذ کر لیا تو ہم نے دیکھا کہ مشرق وسطیٰ کی اسلامی حکومتوں نے تدریجی طریقہ اپنانے کے بجائے انقلابی انداز میں قانونی بیداری کا ساتھ دیا اور یوں صدیوں کا جمود خدا خدا کر کے ٹوٹ گیا"

اور یہ حملہ فی الحقیقت فقہاء پہ نہیں تھا اس لئے کہ وہ بیچارے معصوم عن الخطا نہ تھے اور انہوں نے کبھی یہ دعویٰ نہ کیا کہ ہم زمانے کے لئے فتویٰ دے رہے ہیں بلکہ یہ دراصل اجتہاد میں واجب الاتباع اسلوب پر حملہ تھا یا اس کا نشانہ وہ فقہی اسلوب تھا جسے فقہاء نے کتاب و سنت کی تعلیمات، صحابہ و تابعین کے اقوال اور اجتہادات کی روشنی میں اپنایا تھا۔ خاص طور سے قیاس اور علت و سبب کے معاملے میں یہ حملہ زیادہ کارگر ثابت ہوا۔ حالانکہ اس کی صراحت کر دی گئی ہے کہ جہاں یہ صفت پائی جائے گی وہیں یہ حکم نافذ ہوگا۔ جہاں یہ اسباب موجود ہوں گے وہیں یہ شریعت یا قانون جاری ہوگا ہر جگہ اس حکم یا قانون کو نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تک کہ فرقہ ظاہریہ (جو قرآن و سنت کے ظاہری مفہوم کو اپنانے میں مشہور رہے ہیں) نے بھی قیاس نص اور علت منصوصہ کا اہتمام کیا ہے۔ ان کے نزدیک بھی وہ قیاس یا علت قابل قبول ہے جو نص سے ثابت ہو انہوں نے صرف عقلی قیاس کی مخالفت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احکام کے

نصوص، دلائل اور بدل خطاب یا متبادر مفہوم پر نظر رکھنا ضروری ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ دورِ جدید میں اجتہاد کی ضرورت صرف فکری شکست اور فطری انہزام کے احساس کا نتیجہ ہے۔ جو صلیبی جنگوں اور نظام اسلامی کے نظام مخاصمانی میں تبدیل ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ حیرت ہے کہ فقہ پر سب سے زیادہ حملہ وہی کرتے ہیں جو اس کی ابجد سے بھی ناواقف ہوتے ہیں۔ آج ہمارے مدارس، قوانین اور نظام حیات سب میں فقہ سے اجنبیت موجود ہے۔ کوئی شخص ایسا پیدا نہ ہو سکا جو ایک طرف فقہ پر خصوصی نظر رکھتا ہو، شریعت کی جملہ باریکیوں سے واقف ہو اور زمانے کی تبدیلیوں اور عصر حاضر کی ضروریات سے بھی واقف ہو اور دوسری طرف جدید تعلیم و تمدن کے ہتھیاروں سے بھی لیس ہو لیکن افسوس ہے کہ تعلیمی احوال کی خرابی اور غیر محقق فقہا نے ایسے افراد اب تک نہ پیدا کر سکے۔

خود تراش رہا ہے نئے نئے دستور

تثلیث کے فرزند، دشمنان اسلام مستشرقین ہم سے کافی ہوشیار تھے۔ انھوں نے انقلاب و ارتقاء کی راہ سے ہم پر حملہ کیا۔ تہذیب و تمدن کی ضروریات کے پردے میں اسلامی فقہ کو یکسر تبدیل کرنا چاہا اور ہم بھی خوب سیدھے سادھے نکلے ہمارے ہاتھ تو ان کے کان پر پہنچ گئے کہ کہیں واقعی غبی تو نہیں ہو گئے۔ ہم نے فوراً فقہ اسلامی کی چھان بین شروع کی اور "جمود و تحجات اور تعطل" کو ختم کرنے کی ٹھان لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اٹھے تھے جمود و تعطل کو ختم کرنے اور پہنچے فقہ اسلامی کو ہم نے ردی کی ٹوکری، یہود کی کارستانی اور پتہ نہیں کیا کچھ کہہ دیا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ ہم نے اسلام کا تھوڑا سا مطالعہ کیا تھا اس بحرِ بے پایاں کی چند سیپیاں بھی حاصل نہ کر سکے تھے کہ ہم نے دعویٰ کر دیا کہ یہ تو موتیوں سے خالی ہے یہاں صرف کنکریں اور ٹھیکرے ہیں۔ اسلام جدید تمدن کا ساتھ نہیں دے سکتا اسے دوبارہ غالب و نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہم نے تمام مسلمانوں کو ان چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کی اتباع کی تلقین کی اور پھر گوشۂ عافیت میں جا بیٹھے۔ اس کے غلبہ و نفاذ کا خیال بھی ذہنوں سے جاتا رہا۔

پھر مصنف موصوف نے اصلاحی تحریکوں پر وار کیا ہے اور تربیت و اصلاح کے پرانے وسائل و ذرائع ناقابل اعتنا قرار دیے ہے تو میں مصنف سے پوچھتا ہوں کہ آخر تربیت سے ان کی کیا مراد ہے؟ وہ کون سے طریق کار اور وسائل ہیں جن کے ذریعہ مصنف اس چوٹی کو سر کرنا چاہتے ہیں؟ تربیت کے پرانے وسائل سے قطع نظر کر کے کیا وہ اسلاف صالحین و ابرار کے رتبہ تک پہنچ جائیں گے؟

اگر قرآن پر تدبر کرتے تو معلوم ہوتا کہ یہ خالص توفیق الٰہی پر منحصر ہے۔ وہ جسے چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے ضلالت کی "تاریکیوں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دے۔" احادیث میں آتا ہے کہ قلوب رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتے ہیں وہ جدھر چاہے انھیں پھیر دے۔ بسا اوقات ایک انسان اپنے اعمالِ بد کے پاداش میں کافر ہو جاتا ہے اور ایک کافر ایمان کی حالت میں انتقال کرتا ہے۔ یہ چیز خالص مشیت ایزدی پر منحصر ہے۔

قرآن بتاتا ہے کہ اصلاح و تربیت بغیر جہاد کے ممکن نہیں ہو سکتی۔ ایک جہاد تو اپنی خواہشات اور باطنی کمزوریوں سے کرنا پڑتا ہے اور دوسرا جہاد وہ ہے جو شیاطین جن و انس سے کرنا پڑتا ہے تاکہ نفس تمام آلائشوں سے پاک و صاف ہو جائے۔ انسان تمام آزمائشوں میں پورا اتر کر تقرب الٰہی کی سعادت حاصل کر سکے۔ یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت و حکومت کا فی الواقع سزاوار کون ہے۔ مکہ کی ابتدائی زندگیوں میں مومنین صادقین نے اس کا پورا خیال رکھا اور مشرکین کے سلسلے میں ذرا بھی مداہنت سے کام نہ لیا۔ پھر مدینہ کی اسلامی زندگی بھی اس کا بہترین ثبوت پیش کرتی ہے وہاں کے اسلامی ابطال اور سورما تاحیات اس اصول پر سختی سے کاربند رہے۔ بغیر کسی جبر و اکراہ کے وہ برضا و خوشی سے زندگی بسر کرتے رہے۔ عقیدہ و فکر کی انہیں مکمل آزادی حاصل رہی۔ حالانکہ ایک فاسق و فاجر سوسائٹی میں یہ چیزیں ایک مومن بندے کے لئے ناممکن ہو جاتی ہیں۔ لیکن اسلامی معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اصول اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جاری و ساری رہا اور یہ سب صرف شریعت اسلامی کے نفاذ کی برکت و سعادت تھی کہ انسان روحانی ترقی کے اوج کمال تک پہنچ گیا۔

پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے زمانے کے علوم و فنون کا ذرا بھی لحاظ نہ کیا۔ زمانے کی ساری تبدیلیوں اور رعنائیوں کے باوجود وہ اپنے وظیفۂ حیات کو لے کر دنیا میں سرگرم عمل رہے۔

علم و حکمت ـــــ مومن کی متاع گم شدہ

طبعی علوم مومن کی متاع گم شدہ ہیں وہ جہاں کہیں انہیں پائے اپنی متاع سمجھے۔ لیکن وضعی انسانی علوم حق و اعتدال پر قائم نہ رہ سکے۔ لائبریریاں اور کتب خانے ان مختلف علوم کی بنیاد پر بنائے گئے نظام ہائے حیات اور مسالک سے بھر گئے جن کی ناکامی و بطلان کا زمانہ تجربہ کر چکا ہے اور جن کے نفاذ کے نتیجے میں پوری انسانیت کی شقاوت و محرومی سامنے آ چکی ہے۔ یہاں تک کہ جب لوگوں نے حق بات کو سمجھ لیا، سارے نقصانات ان کی نگاہوں کے سامنے آ گئے اس وقت بھی اسے تبدیل نہ کر سکے۔ مثال کے طور پر سرمایہ دارانہ نظام میں سود کی لعنتوں کو سب نے دیکھ لیا، اشتراکی نظام پر ملکیت اور اجارہ داری کو ختم کر کے بھی اپنے منزل مقصود ـــ غیر طبقاتی سماج کا قیام ـــ تک نہ پہنچ سکے بلکہ مفکرین و فلاسفہ نے کہنا شروع کر دیا کہ ساری فراوانیوں کے باوجود ہم محروم ہیں، دولت و ثروت کے انبار ہیں لیکن ہم پھر بھی فقیر و محتاج ہیں کیونکہ روح کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اخلاقی قدریں مٹ چکی ہیں، ماورائی طاقتوں پر سے اعتقاد ختم ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت کی لعنتوں میں پوری دنیا گرفتار ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ سارا عالم ناسور بن چکا ہے۔ روحانی برکتوں سے محرومیت اور اخلاقی قدروں سے دوری نے پوری انسانیت کو کھوکھلا کر دیا ہے اور جدید علم و سیاست فتنوں اور مصیبتوں کو اور بڑھا رہی ہے۔ عقل بجائے ان حقیقتوں سے بچانے کے اشتراکیت و سرمایہ داری کی پیدا کی ہوئی الجھنوں اور عقدوں میں دن بدن پھنستی جا رہی ہے حتیٰ کہ ساری دنیا ہمتی جنگ کا اکھاڑا بن چکی ہے۔ ایک تیسری جنگ عظیم منہ کھولے تیار کھڑی ہے۔

سائنس و مذہب کی وہ کون سی کشمکش ہے جس کا پتہ ہمیں وحیدالدین خاں دے رہے ہیں؟ وہ کون سی منزل ہے جہاں وحیدالدین خاں اسلامی معاشرے کو اشتراکیت کی گود میں ڈھکیل کر لے جانا چاہتے ہیں؟؟ جب کہ پوری دنیا اشتراکیت کا مزہ چکھ چکی ہے؟؟

کیا بات ہے کہ وحیدالدین خاں جہاد کو معطل کر دینا چاہتے ہیں؟ کیا بھید ہے کہ وہ آج مسلمانوں کو باطل حکومتوں کے سامنے جھک جانے کی دعوت دے رہے ہیں؟ خدشہ ہے کہ ع

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

کیا یہی وہ جدت ہے جس کی وحیدالدین خاں منادی کر رہے ہیں؟ یا کوئی نئی طرز کی قادیانیت ہے جو مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لینا چاہتی ہے؟؟ [1]

---

[1] قارئین کے سامنے اگر الرسالہ جنوری ۱۹۸۱ء کی مندرجہ ذیل عبارت رہے تو شاید بات سمجھنے میں آسانی ہو۔ صفحہ ۴۴ پر کچھ "پرجوش" اداروں اور افراد پر طعن کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:-

"مگر عجیب بات ہے کہ اس پوری مدت میں کوئی ایک بھی قابل ذکر شخص نہیں تھا جس نے مغرب کے انسانوں کے سامنے ان کی زبان میں اسلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی ہو۔ اگر کی ہے تو بدنام قادیانیوں نے"

مولانا مسعود عالم ندوی

شاہ ولی اللہ دہلویؒ

اب ہم بارہویں صدی کے حدود میں داخل ہو رہے ہیں۔ اورنگ زیب کی وفات ۱۱۱۸ھ میں ہوئی۔ وہ جسے ہندوستان میں ناموس ملت کا آخری پاسبان کہا جاتا ہے۔ اس کے جانشین ایسے کمزور اور بودے ثابت ہوئے کہ نصف صدی کے اندر دیکھتے دیکھتے مغلیہ حکومت کا اقتدار جاتا رہا۔ نظم و نسق حکومت میں بالکل ابتری پیدا ہو گئی۔ ہر طرف بغاوت اور خودمختاری کا جھنڈا بلند ہونے لگا۔ مختلف صوبوں میں مقامی سیاسی طاقتیں سر اٹھانے لگیں۔ پھر ان سیاسی طاقتوں کے ساتھ مقامی تہذیبوں نے بھی پاؤں پھیلانا شروع کیے۔ اور وہ سب بدعات اور ہندوانہ رسوم جو اورنگ زیب کی کوششوں سے دب گئے تھے۔ از سر نو منظر عام پر آنے لگے۔ تشیعت آخری کمزور بادشاہوں کی سرپرستی میں پھر سر چڑھنے لگی۔ عام مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کی طرف نہ پہلے توجہ کی گئی اور نہ اب۔ پوری قوم حکومت و امرائے حکومت کے سہارے جیتی رہی۔ جوں ہی حکومت کمزور ہوتی نظر آئی ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ علماء اور صوفیاء کی روش میں بھی کوئی خاص تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ مدرسوں کا نظام تعلیم اسی پرانے ڈگر پر چلتا رہا۔ کتاب و سنت سے بے پروائی اپنے حال پر قائم رہی۔ خلاصہ یہ کہ ایک طرف چھ سات سو برس کی رچی بسی ہوئی خرابیاں تھیں، دوسری طرف ایک فقیر اور ایک شہنشاہ کی کوششیں۔ اگر اورنگ زیب کے جانشین جاندار اور ہوشمند ہوتے تو شاید اصلاح و تجدید کا یہ

اطہر ریحان فلاحی [illegible]

اسلام اور غیر مسلم پرسنل لا

مغربی مورخین نے اسلام دشمن پروپیگنڈوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کسی دوسرے مذہب کو اپنی ریاست یا دائرہ اختیار میں زندہ رہنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا وہ کسی بھی مذہب کو ایک لمحے کے لئے برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ حالانکہ کوئی ایک مورخ بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ اس وقت جب اسلام فاتح کی پوزیشن میں تھا تمام دوسرے مذاہب اور ان کے ماننے والے طول و عرض میں پھیلی ہوئی اسلامی ریاست کے کونے کونے میں موجود تھے۔ یہودیت و نصرانیت موجود تھی مجوسی و کفار بھی زندہ تھے۔ اسلام کی اولین تعلیم اپنے ماننے والوں کو یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت کے ساتھ دوسرے مذاہب اور ان کے پیشواؤں کا احترام کریں۔ خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد مبارک میں غیر مسلموں کو کھلی مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام اپنی برتری کا دعوے دار ہے جس میں وہ حق بجانب بھی ہے لیکن پوری تاریخ شاہد ہے کہ غلبہ و اقتدار کے وقت بھی اس نے دوسروں کی تہذیب اور مذہبی شعائر کی تحقیر نہیں کی اور نہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں نے کبھی کسی کی تہذیب و کلچر پر غاصبانہ تسلط جمانے کی کوشش کی۔ اگر اسلام کا منشاء یہی ہوتا تو آپ ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کیوں فرماتے اور نہ ہی ان کے ساتھ معاہدۂ امن لکھاتے باہم کی شرطوں کی ضرورت پر زور دیتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ایسے دور میں ہوا تھا اور اسلام کو غلبہ و اقتدار ایسے وقت ملا تھا جب کہ ایرانی حکمران یہود و نصاریٰ کی ایذا رسانی کے در پے تھے۔ مشرقی دولت رومانیہ کے شہنشاہ یہودیوں اور آزاد منش مفکروں کو اپنے پورے دائرہ اختیار میں تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے لیکن اسلام نے تسلط کے وقت ہر ایک کو حریت اعتقاد اور آزادی

ضمیر عطا کی۔ البتہ اسلام کی حقیقی برتری کو دنیا کے سامنے صرف پرامن طور پر پیش کرنے کی اجازت تھی۔ اسلام نے پہلی بار دنیا کو دوسرے عقائد اور مذہبی شعائر کا احترام کرنا سکھایا، پہلی بار ایک دوسرے کے خلاف نفرت کی بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھانے کی پوری کوشش کی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عدل گستری اور مذہبی رواداری کی پالیسی پر غیر مسلم اقوام کو اس قدر اعتماد تھا کہ بغیر کسی تذبذب اور گھبراہٹ کے پورے انشراح کے ساتھ یہود نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ خود ان کی عدالت عالیہ کے فیصل بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے۔ چنانچہ آپ نے اپنی پوری زندگی میں غیر مسلموں کو کھلی مذہبی آزادی عطا کی۔ ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے کہ آپ نے ان کے پرسنل لاء میں مداخلت کی ہو یا اسلامی احکام کو کسی پر لادنے کی کوشش کی ہو۔ آپ نے ہمیشہ سزائیں انہی کی دفعات و تعزیرات کے مطابق دیں۔ صحیحین میں براء بن عازبؓ کی روایت ہے کہ آپ نے ایک یہودی کو زنا کے کیس میں مجرم پایا تو یہودیوں کو بلا کر پوچھا کیا تمہارے یہاں زانی پر حد کا ذکر ہے؟ تو انھوں نے انکار کیا۔ پھر آپ نے ایک عالم کو بلا کر قسم دی کہ کیا یہ سزا توریت میں ہے؟ اس عالم نے کہا آپ نے قسم دی ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ زنا کی سزا ہمارے یہاں حد ہی ہے لیکن جب یہ جرم اشراف کے طبقے میں پھیل گیا تو ان کی رعایت کے پیش نظر اس کا نفاذ ختم کر دیا گیا البتہ کمزور طبقہ پر نافذ العمل رہی۔ بعد میں اسے داغنے اور کوڑے مارنے کے حکم میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس وضاحت کے بعد آپ نے یہودی پر حد جاری فرمائی۔"

اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہود کے مقدمات میں آپؐ ان کے شخصی قوانین کے مطابق ہی فیصلے دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی کتاب "دستور مملکت مدینہ بعہد نبویؐ" میں دفعہ ۴۲ کے تحت لکھا ہے۔ اس دستور والوں میں جب کوئی قتل یا جھگڑا ہو ... جس سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو خدا اور خدا کے آخری رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا اور خدا اس شخص کے ساتھ ہے جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ وفاشعار تعمیل کرے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرز عمل بعد میں مستقل قانون بن گیا کہ غیر مسلم افراد کے ذاتی معاملات میں ان کا شخصی قانون ہی نافذ ہوگا۔ چنانچہ عہد خلافت راشدہ میں اس غرض کے لئے غیر مسلموں کی علاحدہ عدالتیں سرکاری طور پر قائم کی گئیں۔ خلافت راشدہ میں اس چیز نے کافی ترقی کر لی تھی چنانچہ غیر مسلموں کی ملی عدالتوں کے علیحدہ قیام کے ساتھ ان کے حکام بھی ہم ملت ہی مقرر کئے گئے تھے (دستور مملکت بعہد خلفائے راشدین)

غیر مسلموں کو ان کے شخصی قوانین کے مطابق عدالتی خود مختاری کی رعایت کا واضح حکم موجود ہے۔ جہاں یہ ذکر ہے کہ ان کے ساتھ ان کے شخصی قوانین کے مطابق فیصلے کئے جائیں گے وہیں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم اسلامی ریاست میں اپنی مرضی سے کوئی مقدمہ یا استغاثہ داخل کرے تو اس کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے۔ آیت

فان جاؤک فاحکم بینہم او اعرض عنہم وان

تعرض عنهم فلن يضروك شيئاً وان حكمت فاحكم بينهم بالقسط (ترجمہ) اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو تم چاہو تو فیصلہ کر دو یا اعراض کرو اور اگر تم اعراض کرو تو یہ تمہارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر فیصلہ کرو انصاف کا فیصلہ کرو (مائدہ ۴۲)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ کے دل میں پوری انسانیت کا درد تھا۔ آپ دکھی انسانیت کی فلاح و بہبود کا موثر حل لیکر خدا کی طرف آخری بار اس دنیا میں تشریف لائے تھے جس کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ کے دل میں گمراہ انسانیت کے لئے بے حد درد تھا چنانچہ آپ نے دیگر مذہبی نام نہاد ٹھیکیداروں کی طرح مذہبی منافرت پھیلانے کے بجائے صلح و آشتی، محبت اور مذہبی رواداری کا پیغام دیا۔ آپ ہمیشہ غیر مسلموں کے ساتھ لطف و مراعات کا برتاؤ فرماتے تھے۔ اسلام کی جبری تبلیغ کی آپ نے کبھی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی بلکہ ہمیشہ اس کی سخت مخالفت فرمائی۔ مذہبی آزادی کا ایک واضح ثبوت تاریخ میں آج بھی محفوظ ہے۔ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جب سنہ ۹ھ میں خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو آپ نے انہیں زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کر کے ایک عہد نامہ مرحمت فرمایا جس کا ایک بہت اہم اور یادگاری حصہ یہ ہے "نجران والوں کو خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت حاصل ہوگی جو حاضر ہیں یا غائب سب کو جان، مال، زمین اور جائیداد سے متعلق ان کی رعایت اور حقوق میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا اور جو کچھ کم یا زیادہ ان کے قبضے میں ہے اسے نہ بدلا جائے گا۔ پچھلے زمانے کے شبہات یا قتل کے مقدمے ان پر نہ چلائے جائیں گے۔ وہ بیگاریں نہ پکڑے جائیں گے۔ ان کے علاقہ سے فوج نہ عبور کی جائے گی"۔ (عہد نبوی کے سیاسی وثیقہ جات از ڈاکٹر حمید اللہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین نے اس ذمہ داری کو پوری دیانت داری سے نبھایا۔ حضرت عمرؓ کے دنیا میں آخری الفاظ یہ تھے "غیر مسلم رعایا کو دشمن سے بچایا جائے اور ان کے معاہدے برقرار رکھے جائیں۔ (الفاروق)" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح خلفاء راشدہ کا بھی یہ دستور تھا کہ جب فوج حرکت کرتی تھی تو تمام افسروں کو یہ ہدایت کر دی جاتی تھی کہ مذہبی پیشواؤں کو قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی معابد کو منہدم کیا جائے۔ اس سے بڑھ کر کسی مذہب کا دوسرا مذہب کیا احترام کر سکتا ہے اور اپنے دائرۂ اختیار میں اس سے بڑی چھوٹ اور کیا دی جا سکتی ہے کہ برسر پیکار قوم کے پیشواؤں اور عبادت خانوں کی حفاظت پورے طور پر کی جائے۔

یہود جو اسلام، پیغمبر اسلام اور مسلمانوں سے خاص بغض رکھتے تھے ان سے جب معاہدہ کیا گیا تو امن و امان کی ضمانت کے ساتھ مذہبی تحفظ کی دفعہ بھی معاہدہ میں شامل کی گئی۔ معاہدہ مدینہ کی چند سطریں ملاحظہ ہوں "جہاں تک دین کا تعلق ہے یہود کے لئے ان کا اپنا دین اور مسلمانوں کے لئے ان کا اپنا دین ہوگا۔ دین کے معاملہ میں یہود مسلمانوں کے زیر اثر نہ ہوں گے" (عہد نبوی کے سیاسی وثیقہ جات)

نجران کے معاہدے میں عیسائیوں کو جو مذہبی

آزادی دی گئی ہے اس کا اعتراف ولیم میور جیسے دشمن اسلام کو بھی کرنا پڑا ہے۔ پیغمبر اسلام نے بشپوں، پادریوں اور راہبوں کو یہ تحریر دی کہ ان کے گرجاؤں، عبادت خانوں اور خانقاہوں کی ہر چھوٹی بڑی چیز اپنی حالت پر برقرار رہے گی کوئی بشپ اپنے عہدہ سے علیٰحدہ نہیں کیا جائے گا اور نہ کوئی راہب اپنی خانقاہ سے نکالا جائے گا اور نہ ہی ان کے اختیارات و حقوق میں کوئی مداخلت کی جائے گی (لائف آف محمد بحوالہ اسلام اور غیر اسلام)

تاریخ وہ دن کبھی نہیں بھلا سکتی جب نجران کے سربرآوردہ لوگ حضور کی خدمت میں وفد کی شکل میں آئے تو انہیں مسجد میں ٹھہرایا گیا اور اسی مسجد میں عیسائیوں کے طریقہ پر ہی انہیں عبادت کی اجازت دی گئی روایتوں میں ایک اور واقعہ بھی ملتا ہے کہ قبیلہ بنو ثقیف کا خیمہ بھی ایک مرتبہ آپؐ نے مسجد میں نصب کرنے کی اجازت دی تھی۔ اس پر جب صحابہؓ نے اعتراض کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ روئے زمین پر کوئی نجس نہیں، انسان خود اپنے آپ کو نجس بنا لیتا ہے" (مشکوٰۃ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پالیسی اور رعایت کا اعتراف بہت سے حقیقت پسند مغربی مصنفین نے بھی کیا ہے۔ ایک عیسائی مصنف نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے "اگر ہم یہ دیکھیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قومی معاملات میں حسن سلوک، فتح و غلبہ میں رحم، حکمرانی میں عدل اور سب سے مقدم دوسرے مذاہب میں عدم مداخلت کے احکام جاری کئے تو ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ پیغمبر اسلام اپنے ہم جنسوں میں ایسی ہی تعظیم کا استحقاق رکھتے ہیں (خطبات احمدیہ صفحہ ۱۳۳)

حضرت عمرؓ کے زمانہ کے ایک نسطوری پادری کے یہ تاثرات آج بھی "تاریخ" کے صفحات میں دیکھے جا سکتے ہیں" یہ طائی جن کو خدا نے آج حکومت عطا کی ہے اور جو ہمارے بھی مالک بن گئے ہیں وہ عیسائی مذہب سے مطلق برسرپیکار نہیں بلکہ وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں ہمارے پادریوں اور مقدس لوگوں کا احترام کرتے ہیں۔ ہمارے گرجاؤں اور کلیساؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں"۔

(عہد نبوی میں نظام حکمرانی صفحہ ۱۴۸)

تاریخ میں ایک اور شہادت ایک رومن کیتھولک پادری کی ملتی ہے اعتراف کرتے ہوئے اس نے بڑے پُرزور الفاظ میں لکھا ہے "مسلمان جنہیں خدا نے دنیا کی سلطنت عطا کی ہے عیسائی مذہب پر حملے نہیں کرتے بلکہ وہ ہمارے خدا اور بزرگوں کی عزت کرتے ہیں۔ اور ہمارے گرجاؤں اور خانقاہوں کو عطیات سے مالا مال کرتے ہیں"

(اسلام اور غیر مسلم صفحہ ۱۷)

مسلمان عربوں کو یعقوبی عیسائیوں نے اپنے نجات دہندہ کی حیثیت سے ہاتھوں ہاتھ لیا مسلمانوں کی سب سے اہم جدت جس کا یعقوبی عیسائیوں نے دلی خوشی کے ساتھ استقبال کیا وہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے ہر مذہب کے روحانی پیشواؤں کو ایک خود مختار وحدت قرار دیا اور انہیں بڑی تعداد میں انتظامی منصب اور عدالتی اختیارات عطا کئے۔

عہد نبوی میں نظام حکمرانی صفحہ ۱۴۰

اس ضمن میں جزیہ کی حقیقت اور نظام مرتد کے

حقیقی سبب کی وضاحت ضروری ہے جس کی آڑ لے کر لوگوں نے بدنما اعتراضات کر کے اسلام سے اپنی دشمنی کی بھڑاس نکالی ہے۔ حالانکہ غیر مسلموں سے جزیہ محض اس لئے وصول کیا جاتا تھا کہ اس کے عوض انہیں مذہبی اور سماجی تحفظ کی ضمانت دی جاتی تھی۔ مرتد کو اس کے ارتداد کی سزا اس کے ظلم اور بغاوت کی بنا پر دی جاتی تھی نہ کہ تبدیل مذہب کی بنا پر۔ آیت اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا (حج ۴۳) ارتداد کی سزا کے بارے میں اسلامی قانون کی دفعہ حسب ذیل ہے۔

ان القتل باعتبار المحاربۃ ہے دوسری جگہ آتا ہے فیقتل لدفع المحاربۃ لان القتل لیس بجزاء علی الارتداد (صفحہ ۱۰)

ان تفصیلات کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مذہب کے سلسلے میں اسلام کا موقف بہت غیر جانبداری کا ہے۔ اسلامی دائرہ اختیار میں ایک مسلمان جس عزت و احترام اور اطمینان و سکون کا مستحق ہے اتنا ہی استحقاق ایک غیر مسلم کو بھی ہے اور مذہبی رواداری اور پرسنل لا میں عدم مداخلت اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔

اسلام کی رواداری اور غیر مسلموں کے پرسنل لا میں قطعی عدم مداخلت کی یہ مثالیں اس دور کی ہیں جب کہ مسلمان پوری طرح سے غالب تھے اور ان کے اقتدار کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن یہ نام نہاد جمہوریت اور شخصی و مذہبی آزادی کا دور کسی مذہب کو ایسی حفاظت یا خود مختاری کی کوئی ایک مثال بھی پیش کرنے سے قاصر ہے

۵۔ ایک نقطۂ نظر یہ ہے جو محترم مضمون نگار نے بیان فرمایا ہے لیکن ہمیں اس پر اطمینان نہیں اس لئے کہ احادیث اٹھا کر دیکھ لیجئے کہیں بھی مرتد کو قتل کرنے کے لئے اس کا باغی نہ ظاہر ہونا شرط نہیں قرار دیا گیا ہے بلکہ احادیث کی منشا صاف یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو بھی دین اسلام کو ترک کر دے عام اس سے کہ وہ حکومت کا باغی ہو یا خاموش شہری، اسلامی حکومت کے لئے اس کا خون مباح ہو جاتا ہے۔ نبی کا ارشاد ہے

مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ — جو شخص یعنی مسلمان اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ، النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِيْ وَالْمُفَارِقُ لِدِيْنِهِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ

(بخاری کتاب الدیات، ابوداؤد کتاب الحدود فی الحکم فی من ارتد)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمان ہو اور شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس کا خون تین جرائم کے سوا کسی صورت میں حلال نہیں۔ ایک یہ کہ اس نے کسی کی جان لی ہو اور قصاص کا مستحق ہو گیا ہو، دوسرے یہ کہ وہ شادی شدہ ہو اور زنا کرے، تیسرے یہ کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ دے اور جماعت سے الگ ہو جائے۔

اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت عائشہؓ کے واسطے سے نسائیؒ نے ذکر کیا ہے۔ اور حضرت عثمانؓ سے بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے۔

پھر خلافت راشدہ میں سزا یافتہ مرتدین میں وہ لوگ بھی تھے جو باغیوں کی فہرست میں شمار کئے جا سکتے ہیں

…سکا ایسے مجرم بھی تھے جو بظاہر خاموش تھے۔ دار قطنی اور بیہقی کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں ایک عورت جس کا نام ام قرفہ تھا، اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا مگر اس نے توبہ نہ کی۔ آخر میں حضرت ابوبکرؓ نے اس کو قتل کرا دیا۔

اہل ردّہ کے خلاف حضرت ابوبکر کے جہاد میں بھی ہمارے نزدیک یہی چیز پیش نظر تھی۔ بعض لوگ اس جہاد کی توجیہہ کرتے ہیں کہ مرتدین کی حیثیت باغیوں کی تھی کیونکہ انہوں نے حکومت کا ٹیکس دینا بند کر دیا تھا لیکن یہ بات زیادہ صحیح اس لئے نہیں معلوم ہو رہی ہے کہ مرتدین میں سارے مانعین زکوٰۃ ہی نہ تھے بلکہ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو ساری فرو ریات دین کو تسلیم کرتے تھے زکوٰۃ بھی دینے کیلئے تیار تھے لیکن ان کا کہنا تھا کہ ہم خود جمع اور خرچ کریں گے پھر جب جہاد کے سلسلے میں کچھ لوگوں نے شبہ کا اظہار کیا تو آپؓ نے فرمایا:

والله لاُقاتلنّ من فرّق بين الصلوٰة والزكوٰة۔

"خدا کی قسم جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریگا میں اس سے جنگ کروں گا۔"

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ اول کی نگاہ میں زکوٰۃ نہ دینا اصل جرم نہیں تھا بلکہ دین اسلام کے ارکان میں سے ایک کو ماننا اور دوسرے کو نہ ماننا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ فقہ کے چاروں مذاہب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ محض تبدیلی دین قتل کیلئے کافی ہے میں یہاں حوالہ جات نقل کرکے اس حاشیہ کو طول دینا نہیں چاہتا تاہم موطا امام مالک، المغنی، شرح معانی الآثار، ہدایہ وغیرہ میں اسکی تمام تفصیلات پڑھ سکتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ "ارتداد" بجائے خود ایک فتنہ ہے جسکا کچلنا ضروری ہے عام اس سے کہ مرتد بغاوت کرے عزیز فرد جرم اپنے اوپر عائد کرے یا اس ایک جرم پہ خاموش ہو جائے۔ اللہ کے احکام و نواہی کو تسلیم کر کے پھر اس سے مکر جانا بجائے خود فساد اور ظلم ہے مولانا امین احسن اصلاحی نے بڑی عمدہ بات لکھی ہے:

"یہ چیز یعنی قوانین خداوندی کو نہ ماننا بجائے خود فساد فی الارض اور بغاوت ہے عام اس سے کہ یہ دھینگا مشتی اور سرکشی کے ساتھ واقع ہو یا کسی فکر و فلسفہ کے تحت کیا اس طرح بغیر" (تدبر قرآن جلد اول ص۱۲۸) الوادہ

بقیہ صفحہ ۳۳

شرح صدر کے ساتھ انشاء اللہ میری آواز پر لبیک کہیں گے۔

بقیہ صفحہ ۱۵

تھے۔ پوری اسلامی تاریخ کا جائزہ اور غیر اسلامی افکار کی تنقیح و تنقید بھی ان کے مشن کے اہم اجزا تھے اس عظیم الشان کام کے لئے جس علم اور عزم و ہمت کی ضرورت تھی وہ انھیں پوری طرح حاصل تھی۔

★ • ★ • ★

بقیہ صفحہ ۱۸

ارتقاء جاری رہتا۔ مگر ان کی کمزوری اور نااہلی نے فتنہ ہی بدل دیا حالات بد سے بدتر ہوگئے اور پھر ایک مصلح و مجدد کی شدت سے ضرورت محسوس ہونے لگی۔

ان حالات اور اس ماحول میں شاہ ولی اللہؒ نے آنکھیں کھولیں اور رسن رشد کو پہنچتے ہی ازسرنو اصلاح و تجدید کا بیڑا اٹھایا۔ ان کے سامنے مکمل دین تھا اور اسے تمام پہلوؤں سے اجاگر کرنا چاہتے

عالمِ اسلام

طارق جمیل فلاحی

محمد یعقوب فلاحی

پاکستانی حکومت کے وزیر اطلاعات و نشریات اور جماعت اسلامی کے سرگرم کارکن جناب محمود اعظم فاروقی صاحب نے ابھی حال ہی میں ایک پریس کانفرنس طلب کی جس میں اطلاعات و نشریات کو پاکیزہ بنانے کے لئے چند اسلامی قوانین کے اجراء کا اعلان کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے گندے اور فحش گانے بجانے کی اشاعت ممنوع قرار دی جاتی ہے جو اخلاقی و ادبی قدروں کی طرف دعوت نہیں دیتے بلکہ لوگوں کے اخلاق و عادات پر ایسے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ٹی وی پروگرام کے سیٹ کرنے کے بارے میں مصنف نے کہا کہ پاکستان کے تمام صوبوں کے مقامی حکام اور ذمہ داران جو جدید نظموں کے گانے انتخاب کریں گے ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ نہایت باریک بینی سے کام لیں نیز انھوں نے یہ حکم بھی جاری کیا کہ رقص و سرود کے وہ پروگرام جنہیں رقص خلقی سے تعبیر کیا جاتا ہے آج کی تاریخ سے ان کے تعطل کا بالکلیہ اعلان کیا جاتا ہے اس لئے کہ یہ چیزیں بت پرست تہذیب کی پیداوار ہیں ہماری اسلامی تاریخ اور اسلامی روایات میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

اور کوئی عورت یا رقاصہ غیر ساتر لباس میں ٹیلی ویژن پر نہیں آسکتی اور نہ اس کے نشر و اشاعت میں حصہ لے سکتی ہے، ساتھ ہی ساتھ عوام کے سامنے کوئی بھی ایسی چیز نہیں پیش کی جائے گی جس سے جنسی خواہشات اور جذبات مشتعل ہوتے ہوں۔

موصوف فاروقی نے مزید بیان کیا کہ —— ہم نے اطلاعات و نشریات کو پاک و صاف کرنے، فحش اور غیر مناسب چیزوں پر پابندی لگانے کی خاطر چار شعبوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

پہلی قسم —— ٹیلی ویژن کے ذریعہ جو

اجازت نہیں ہوگی جن میں بچ بچ کر بے حیائی اور فحش گوئی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ لہٰذا آج سے ان پروگراموں کی منسوخی کا اعلان کیا جاتا ہے؛ اور ان فرموده لوگوں سے

گزارش کروں گا کہ انہیں اسلامی   کے ڈھالنے کی کوشش کریں۔

دوسری قسم — ایسی اطلاعات جس میں پوری طرح آوارگی اور فحش کلامی نہ ہو لیکن کسی بھی پہلو سے نسبتاً بے حیائی کا پہلو ہو تو ضروری ہے کہ اسکی اصلاح و ترمیم کی جائے اور تمام لوگوں کو اس بات کا پابند بنایا جاتا ہے کہ وہ ہفتے کی مدت میں ایک نئے پروگرام کا ڈھانچہ مرتب کر لیں اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو ٹیلی ویژن سے اس کی اشاعت کالعدم قرار دی جائے گی۔

تیسری قسم — ایسے اشتہارات اور پوسٹر جس میں عورتوں کی گندی تصویریں ہوں اور انہیں تجارت کے فروغ کے لئے آلۂ کار بنایا گیا ہو، ان کی اشاعت کی اجازت صرف تین ہفتے تک دی جاتی ہے اور سابقہ بی سی ماتحت سرکاری محکمے میں میری گزارش ہے کہ اس کی مکمل اصلاح کی جائے اور اس طرز عمل کو بدل دیں تاکہ آئندہ لوگ اپنی تجارتی اغراض و مقاصد کی خاطر ناجائز طریقے نہ استعمال کریں۔ اور پھر ریشمی کپڑوں، مشینوں اور کھانے پینے کی چیزوں کے ایڈورٹائز میں عورتوں کا استعمال کرنا یا الجھی زیر غور ہے نہ کہ قابل تحسین۔

چوتھی قسم — ایسی چیزیں جو بے حیائی اور بد نیتی اور دیگر خرابیوں سے پاک ہوں گی، ان کی نشر و اشاعت پر مکمل آزادی ہو گی۔

سعید فاروقی نے کہا کہ — ایسے ریکارڈ اور ڈرامے پر مکمل پابندی ہو گی جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ستائش کے ساتھ موسیقی بھی شامل ہو، اب صرف نعت و درود اور غزل گوئی کی آواز سنی

جائے گی، تاکہ آپ کی ذات گرامی کے ساتھ بے ادبانہ گستاخی نہ ہو۔

انہوں نے مزید یہ بھی کہا کہ اس مہینے کی ۱۹ تاریخ سے پاکستان کے تمام ریڈیو اسٹیشنوں سے روزانہ مغرب اور عشاء کی اذان نشر کی جائیگی، اور پروگرام کے اختتام سے پہلے ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے تمام اسٹیشنوں سے پانچ منٹ تک ایک جامع بامقصد پروگرام پیش کیا جاتے گا، اس پروگرام میں قرآن حکیم کی تلاوت ترجمہ اور تفسیر نشر کی جائے گی یہ پروگرام عوام اور سامعین   کی خاطر پیش کی جائے گی تاکہ لوگ سونے کے لئے بستر پر جانے سے دین و اسلام کے بارے میں غور و فکر کرتے رہیں اور اپنے نفس کا محاسبہ بھی کرتے رہیں۔

(۲)

وزیر موصوف نے اس موقع پر اس بات کا بھی اعلان کیا کہ تمام لیڈروں کو عام اجازت ہوگی کہ عوام کے سامنے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ اپنے خیالات و افکار پیش کریں۔ موجودہ حکومت کو اس بات پر مکمل اعتماد اور یقین ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کسی گروہ، کسی فرد یا کسی پارٹی کے لئے مخصوص نہ ہو بلکہ تمام سیاسی پارٹیوں کو عام اجازت ہوگی

جناب فاروقی صاحب نے کہا کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے تمام پروگراموں کی نشر و اشاعت درج ذیل مقدار کے مطابق ہوگی:۔

تربیت اور رہنمائی کاموں کیلئے ۲۰ فیصد، کھیل کود کے پروگرام ۱۰ فیصد، بیانات اور اشتہارات کے پروگرام ۱۵ فیصد، خالص دینی و تربیت کے پروگرام ۵ فیصد، خالص تعلیمی امور کے پروگرام، فیصد سیاسی

چترول کے پروگرام ۱۲ فیصد، حالات حاضرہ اور خبروں پر تبصرہ کے پروگرام ۱۱ فیصد، بچوں سے متعلق کھیل کود کے پروگرام ۴ فیصد، ڈراما اور تھیٹر کے پروگرام ۱۰ فیصد، اور اردو فلموں کے پروگرام ۳ فیصد نشر کئے جائیں گے۔

مجتمع ۱۹ دسمبر ۱۹۸۲ء

طارق جمیل فلاحی

وزیر اعظم ترکی —— کیسنجر کا شاگرد رشید

ترکی میں قومی جمہوری پارٹی بائیں بازو کی علمبردار ہے۔ وہ اشتراکیت کی حامی اور امریکیوں کی دشمن ہے۔ علی الاعلان امریکہ کی مخالفت کرتی اور اس کی سرمایہ دارانہ پالیسیوں پر تنقید کرتی ہے۔ لیکن امریکہ دشمنی میں اس کا یہ موقف غور طلب ہے اس لئے کہ ترکی کا موجودہ وزیر اعظم اور قومی جمہوری پارٹی کا صدر اجاوید ترکی میں امریکی سکنڈری اسکولوں کا طالب علم رہ چکا ہے۔ اس نے قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد امریکہ کا سفر بھی کیا تھا اور وہاں کی کسی یونیورسٹی میں دو سال گزار بھی چکا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ یونیورسٹی میں ہنری کسنجر کا مایۂ ناز شاگرد بھی رہ چکا ہے اس کی بیوی نے بھی امریکی کالجوں ہی میں تمام تر تعلیم حاصل کی ہے اس لئے امریکہ دشمنی کا اس کا یہ موقف ہمیں یہ کہنے پر مجبور کر رہا ہے کہ ؎

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

(مجتمع سے ترجمہ)

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

۱۲/۸/۷۸م کو جاپان کے مشہور سیاسی لیڈر ڈاک وتار کے سابق وزیر جناب تشیرو کاکایاما نے نماز جمعہ کے وقت ڈاکٹر شوقی فوتاکی کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ اس وقت ۳۵۰ جاپانی مسلمان بھی موجود تھے۔ نومسلم محمد کاکایاما مندرجہ ذیل جاپانی مناصب پر فائز رہ چکے ہیں:

وزیر ڈاک وتار اور لاسلکی رسل ورسائل، جاپانی پارلیمنٹ میں قانون ساز کمیٹی کے صدر، نائب وزیر تجارت وصناعت، برسر اقتدار جمہوری آزاد پارٹی کے جنرل آرگنائزر، جمہوری آزاد پارٹی کے ادارہ تعلقات عامہ کے نائب صدر۔

یہ پہلا واقعہ ہے کہ جاپانی حکومت کے مرکزی وزیر نے اسلام قبول کیا ہے۔ انہوں نے جاپان کے اسلامی کانفرنس میں شرکت بھی کی اور اعلان کیا کہ جاپان کے دوسرے سیاسی لیڈروں تک وہ دین کی دعوت ضرور پہنچائیں گے۔

ایک فرانسیسی نوجوان کا قبول اسلام

کویت سے نکلنے والے ہفت روزہ عربی جریدہ مجتمع کی اطلاع کے مطابق، ایک فرانسیسی نوجوان آلوون دلیشمان نے اسلام قبول کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جزائری ساتھیوں کی مدد سے اسلام کی واضح تعلیمات کا مطالعہ کیا اور نماز کا عملی تجربہ کر کے میں نے خدا سے براہ راست قربت اور ہم کلامی کا شرف حاصل کیا۔ اب میں ذبیحہ کے سوا اور کسی قسم کا گوشت نہ کھاؤں گا۔ رمضان میں روزے رکھوں گا۔ میری بیوی اور اولاد مسیحی ہے۔ لیکن میں ان کے سامنے جب اسلام کی تعلیمات رکھوں گا تو وہ